بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفرقـــــان
ربوہ

(دسمبر ۱۹۶۱ء)

۱ - قرآن کریم کا بے نظیر ہونا	منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام	ٹائیٹل ص۲
۲ - افریقہ میں تبلیغ اسلام	جناب مولانا نذیر احمد صاحب مبشر مبلغ مغربی افریقہ	ص۲
۳ - عیسائیوں سے فیصلہ کن مناظرات	ایڈیٹر	ص۳
۴ - مدیر "چٹان" کی غلط فہمی کا ازالہ	جناب علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر "نگار" لکھنؤ	ص۷
۵ - بہائیوں کے موجودہ لیڈر کے اعلان کے چار قابل توجہ فقرے	ماخوذ	ص۸
۶ - حضرت مریم صدیقہ مشرق میں	جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری - لاہور	ص۹
۷ - مباحثہ مصر کے متعلق دو گرامی نامے	حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے حضرت سیدہ ام امۃ المتین صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ	ص۱۶
۸ - "قادیانی شاعری" — رسالہ پیام مشرق کے اعتراض کا جواب	حضرت ابن علی الترمذی	ص۱۷
۹ - ماحصل مطالعہ	متعدد احباب	ص۲۲
۱۰ - روح کے بارہ میں اسلام کا نظریہ	جناب مولوی محمد یحییٰ فضلی صاحب مبلغ جرمنی	ص۲۵
۱۱ - پاک و ہند کے قدیم پیغمبر	جناب مولوی اسد اللہ صاحب الکاشمیری	ص۳۳
۱۲ - امانت کا اسلامی تصور	جناب مولوی غلام باری صاحب سیف	ص۳۶
۱۳ - بچوں کا صفحہ	ادارہ	ص۳۹
۱۴ - البیان — (سورۃ آل عمران ع کا ترجمہ و مختصر حواشی)	ابو العطاء	ص۴۱
۱۵ - الفرقان کے خاص معاونین	مینیجر	ص۴۴

الفرقان کے حضرت میر محمد اسحٰق نمبر کے متعلق

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا ارشاد

"رسالہ الفرقان کا ایک خاص نمبر نکلا ہے جس میں ہمارے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے حالات درج ہیں اور مختلف اصحاب نے ان کے ذکر خیر کے رنگ میں ان کے بعض دلکش اوصاف اور حالات تحریر کئے ہیں۔ الفرقان کا یہ نمبر خدا کے فضل سے بہت ہی مبارک ہے جس سے نہ صرف حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کی یاد تازہ ہوتی ہے بلکہ ان کی بے شمار نیکیوں اور خوبیوں کی وجہ سے نیکی کی بھی غیر معمولی تحریک پیدا ہوتی ہے حقیقتاً الفرقان کا یہ خاص نمبر بہت ہی قابل قدر ہے اور جماعت میں اس کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے میں اس قابل قدر خدمت پر محترم مولوی ابو العطاء صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ" (یہ شاندار نمبر ۴ میں دفتر الفرقان سے حاصل فرمائیں)

افریقہ میں تبلیغِ اسلام

(از جناب مولانا نذیر احمد صاحب مبشر مبلغ غانا۔ مغربی افریقہ)

[جناب مولانا نذیر احمد صاحب مبشر حال ہی میں مرکز میں واپس تشریف لائے ہیں۔ آپ کو ربع صدی کے قریب گولڈ کوسٹ (غانا) میں اسلام کی تبلیغ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس عرصہ میں اپنی مساعی کا ایک مختصر سا خاکہ میری درخواست پر انہوں نے تحریر کیا ہے جو احباب کے فائدہ کے لئے اُن کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت خاکسار ۲ر فروری ۱۹۳۶ء کو بطور مبلغ گولڈ کوسٹ بھیجا گیا۔ اِس سفر میں مولانا نذیر احمد صاحب علی مرحوم بھی میرے ہمراہ تھے۔ مولانا نذیر احمد صاحب علی مرحوم اور خاکسار مشن کا کام کرتے رہے۔ لیکن اکتوبر ۱۹۳۷ء میں اُن کی تبدیلی سیرالیون ہوگئی اور گولڈ کوسٹ مشن کا انچارج میں مقرر ہوا۔

اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں افریقی مبلغین کا مقامی لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس لئے مَیں نے متعدد افریقن مبلغین تیار کئے جنہیں عربی، قرآن مجید اور دیگر مسائل سکھائے۔ اِس دَوران میں چند مساجد تعمیر کی گئیں اور کچھ نئے سکول بھی کھولے گئے۔ مشن کی مالی حالت کو بھی مضبوط کیا۔ ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۶ء کو مَیں واپسی کے لئے روانہ ہوا اور حج بیت اللہ کرتا ہوا قادیان دارالامان پہنچا۔

اِس کے بعد دوسری مرتبہ ۱ر جنوری ۱۹۴۹ء کو پاکستان سے روانہ ہوا۔ اِس مرتبہ مَیں ۵ سال تک گولڈ کوسٹ میں رہا۔ اِس دَوران میں دیگر امور کے علاوہ احمدیہ سیکنڈری سکول کے لئے ۱۱ ایکڑ زمین حاصل کی اور اُس کی مستقل عمارت بنوائی۔ علاوہ ازیں سالٹ پانڈ کی خوبصورت احمدیہ سنٹرل مسجد بھی بنوائی گئی۔ جس کا افتتاح عالی جناب وزیر اعظم نے ۱ر جنوری ۱۹۵۰ء کو کیا۔ اِس موقعہ پر وزراء اور معززین شہر موجود تھے۔ پریس نے اس تقریب کو بہت اہمیت دی۔ ہزاروں لوگوں نے اِس تقریب میں شرکت کی۔ ۲ر مارچ ۱۹۵۴ء کو مَیں ربوہ واپس آیا۔

پھر تیسری بار خاکسار ۲۷ر جنوری ۱۹۵۵ء کو افریقہ کے لئے روانہ ہوا۔ اِس مرتبہ بھی کئی ایک سکول اور مساجد قائم کی گئیں۔ ایک مسجد OTVAM کے مقام پر چار ہزار پونڈ سے اور دوسری WA کے مقام پر دس ہزار پونڈ سے بنائی گئی۔ ہر دو مساجد کا افتتاح بڑے شاندار طریق پر ہوا جن میں رؤسا اور معززین شامل تھے۔ اس کے علاوہ اکرا کے مقام پر جو ملک کا دارالخلافہ بھی ہے۔ دو ایکڑ زمین پر مشن ہاؤس بھی بنایا گیا۔ سیکنڈری سکول کے لئے بڑی جد و جہد سے گرانٹ حاصل کی گئی۔ لوکل فینٹی زبان میں قرآنِ پاک کے ترجمہ کا کام شروع ہے۔ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے مشن کا بجٹ پچاس ہزار پونڈ سے زیادہ ہے۔ ۲۱ افریقن اور ۴ پاکستانی مبلغ ہیں۔ ۵۰ اسکول اور ۱۴۲ مساجد ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ مَیں نے واپسی سے قبل غانا کے عیسائی چیف جسٹس کو انگریزی قرآن مجید بطور تحفہ پیش کیا۔

احباب مشن کی ترقی کے لئے دعا فرماویں ؂

جناب مولانا نذیر احمد صاحب مبشر - غانا،
مغربی افریقہ کے عیسائی چیف جسٹس کو
قرآن مجید پیش کر رہے ہیں -

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

★ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد:-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے"۔ (الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۸ء)

★ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدائی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے۔ تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورتِ احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کرے"۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد۔ ربوہ ۷/۵۹ (الفضل مورخہ ۸ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا چندہ چھ روپے ہے۔ مینجر الفرقان ربوہ

الفرقان کا بارھواں سال

آئندہ شمارہ سے الفرقان کا بارھواں سال شروع ہو گا۔ خریدار حضرات سے درخواست ہے۔ کہ رسالہ کے لئے کم از کم ایک ایک نیا خریدار جلد مہیا فرمائیں۔ وجزاکم علی اللہ

ابوالعطاء جالندھری ایڈیٹر الفرقان ربوہ

مکتبۃ الفرقان ربوہ

"مکتبۃ الفرقان" آپ کا اپنا مکتبہ ہے جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں سے آپ کو جب بھی کسی کتاب کی ضرورت ہو۔ جو ربوہ کے کسی ادارہ نے شائع کی ہو۔ تو آپ مکتبۃ الفرقان ربوہ۔ کو یاد فرمائیے۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہمارے لئے باعثِ مسرت ہوگی۔

"مکتبۃ الفرقان" سے تعاون رسالہ الفرقان کی اعانت بھی ہے!

(مینجر)

جلد ۱۱ شمارہ ۱۲
ماہنامہ الفرقان ربوہ
جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ دسمبر ۱۹۶۱ء

عیسائیوں سے فیصلہ کُن مناظرات

جناب پادری عبدالحق صاحب کی چھٹی کا جواب

الفرقان کی گزشتہ اشاعت میں ہم نے وہ کھُلی چھٹی شائع کی تھی جو "مباحثہ مصر" کے جواب لکھنے کی درخواست پر مشتمل ہے پادری عبدالحق صاحب کی خدمت میں مباحثہ مصر مع کھُلی چھٹی بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا تھا۔
۲۱ر نومبر کو پادری صاحب کی رجسٹرڈ چھٹی موصول ہوئی جس میں انہوں نے مناظرہ کا چیلنج بھی دیا ہے۔ اس چھٹی کا جواب بجنسہ درج ذیل ہے:-

جناب پادری عبدالحق صاحب مقیم چھنڈی گڑھ (بھارت)

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کی رجسٹرڈ چھٹی بلاتاریخ اور بلا نمبر مجھے ۲۱ر نومبر ۱۹۶۱ء کو موصول ہوئی۔ میں نے رسالہ "**مباحثہ مصر**" بھیجتے ہوئے اپنی مطبوعہ کھُلی چھٹی میں آپ سے عرض کیا تھا کہ:-

"میں **توقع** رکھتا ہوں کہ آپ ان دلائل پر غور کریں گے جو اس رسالہ میں مندرج ہیں اور اگر انہیں درست پائیں گے تو انہیں قبول فرمائیں گے اور اگر بائیبل سے ماخوذ یہ دلائل آپ کے خیال میں غلط ہیں تو ان کی تردید مہذبانہ طریق پر رسالہ کی صورت میں فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ **میرا یقین ہے کہ آپ ان کی ہرگز تردید نہیں کر سکیں گے۔**"

مجھے آپ کی جوابی چھٹی پڑھ کر اس امر کی تو **مسرت** ہوئی کہ آپ نے میرے یقین کو سچا ثابت کر دیا جس کا واضح ثبوت خود آپ کی یہ چھٹی ہے۔ میں اب پھر اپنے **یقین** کا دوبارہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ دلائل مندرجہ رسالہ **مباحثہ مصر** کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ مجھے آپ کی چھٹی کے پڑھنے سے یہ تو مسرت حاصل ہوئی مگر مجھے اس بات کا نہایت **افسوس** ہوا کہ میں نے آپ سے جو "توقع" کی تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ آپ نے "**مہذبانہ طریق** پر رسالہ کی صورت میں تردید" کی امید کو بُری طرح غلط ثابت کیا ہے۔ خدارا آپ ہی انصاف فرمائیں کہ آپ نے میرے لئے اور جماعت احمدیہ کیلئے اپنی چھٹی میں مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر کونسی اچھائی کا ثبوت دیا ہے؟ الفاظ یہ ہیں:-

انٹاپ شناپ۔ جھوٹ اوڑھنا جھوٹ بچھونا۔ اور جھوٹ کا سرہانہ۔ قادیانی ذہنیت کی اختراع۔ لایعنی تاویلیں منگھڑت کہانیاں۔ جاہل۔ لاابالی باتوں۔ ابلہ فریبی، افترا پردازی، بے بنیاد ڈینگیں، خود فریبی، ڈینگیں ہانکنے والی جماعت، شرم کی بات، مطلب براری۔ آپ کا سب سے بڑا اقرار، جہل مرکب کا شکار۔

کیا یہ شیریں کلمات ان دلائل کا جواب ہیں جو رسالہ مباحثہ مصر میں درج ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ صاحبان کی ہدایت کے سامان فرمائے۔ آمین

جناب پادری صاحب! آپ نے تحریری اور تقریری مناظرہ کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"ہم آپ کو اور ساری احمدی جماعت کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ آپ یا احمدی جماعت کا کوئی اور مولوی صاحب جس قدر چاہے ہمارے مسلّمات میں سے مضامین چن لے۔ ہم بخوشی ان تمام مضامین میں مدعی بننا منظور کریں گے اور آپ کو اعتراضات پیش کرنے کا موقع دیں گے لیکن آپ کی شیخی کرکری کرنے کے لئے ہمیں بھی قادیانی مسلّمات میں سے اسی قدر مضامین چننے کا حق حاصل ہوگا جن میں آپ مدعی ہوں گے اور ہم معترض۔"

جواباً گزارش ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے ہم آپ کا یہ چیلنج بخوشی منظور کرتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرے گا اور وقت آنے پر خود بخود کھل جائے گا کہ کس کی "شیخی کرکری" ہوتی ہے وعلی اللہ التکلان۔ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ آپ بے شک "مسیحی مسلّمات کا (کوئی) کمزور مسئلہ چن لیں" میرے لئے چننے کا سوال نہیں کیونکہ وہاں پر سب مسلّمات اور سب مسائل ہی "کمزور" ہیں ضعف الطالب والمطلوب۔ بہرحال مضامین مجوزہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) الوہیت مسیح و عقیدۂ تثلیث	مدعی: پادری عبدالحق صاحب معترض: ابوالعطاء
(۲) حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا دعویٰ مسیح موعود	مدعی: ابوالعطاء معترض: پادری عبدالحق صاحب
(۳) مسیح کی صلیبی موت اور اس کا مقصد کفارہ	مدعی: پادری عبدالحق صاحب معترض: ابوالعطاء
(۴) اسلام کا پیش کردہ عقیدۂ نجات	مدعی: ابوالعطاء معترض: پادری عبدالحق صاحب
(۵) بائبل عالمگیر الہامی کتاب ہے	مدعی: پادری عبدالحق صاحب معترض: ابوالعطاء
(۶) قرآن مجید عالمگیر الہامی کتاب ہے (بلحاظ احمدیہ نقطۂ نگاہ)	مدعی: ابوالعطاء معترض: پادری عبدالحق صاحب

(۷) سب نبی گناہ گار تھے

مدعی : پادری عبد الحق صاحب

معترض : ابو العطاء

(۸) عصمتِ انبیاء علیہم السلام

مدعی : ابو العطاء

معترض : پادری عبد الحق صاحب

مناظرات تحریری ہوں گے۔ پرچہ جات مکمل ہونے پر مناسب مقام اور وقت پر پرچے علی الترتیب سنائے جائیں گے۔ ہر مضمون پر کم از کم پانچ پرچے ہوں گے تین مدعی کے اور دو معترض کے مگر یہ لازمی شرط ہوگی کہ مدعی آخری پرچہ میں نئی دلیل یا نیا اعتراض پیش نہیں کر سکے گا۔

مناظرہ کی تاریخ آغاز کا تقرر ہو جانے پر اس مضمون پر جسے پادری عبد الحق صاحب پسند فرمائیں گے مدعی پہلا پرچہ تحریر کرے گا۔ ہر پرچہ ہر مناظر دو ہفتے میں مکمل کر کے بذریعہ رجسٹری فریق ثانی کو بھیجے گا۔ پرچہ پہنچنے کی تاریخ سے دو ہفتے میں جواب بھی بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے گا۔

جملہ مضامین پر یا جتنے مضامین پر پادری صاحب پسند کریں ترتیب سے مناظرہ ہوگا۔

جب ایک مضمون کے پرچے مکمل ہو جائیں گے تو دوسرا مضمون شروع ہوگا۔

کسی فریق کو دائرۂ تہذیب سے باہر جانے کی اجازت نہ ہوگی اور نہ ہی فریق ثانی کے مسلمات کے خلاف اس کی طرف کسی عقیدہ کو منسوب کرنے کا حق ہوگا۔ مناظرات کے جملہ پرچے تحقیقِ حق اور خوفِ خدا کو مدنظر رکھ کر لکھے جائیں گے۔

نوٹ ۱: چونکہ ہار جیت مقصود نہیں اسلئے پادری صاحب کو اختیار ہے کہ اگر ان امور میں سے کسی بات کو وہ نامناسب سمجھیں تو باہمی افہام و تفہیم سے اسے تبدیل کر لیا جائے گا۔

نوٹ ۲: جناب پادری صاحب! اب چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل مباحثات کے لئے آپ نے طرح ڈالدی ہے اسلئے فی الحال آپ کی چٹھی کے باقی مندرجہ امور متعلقہ سالبہ کلیہ کے نقیض اور اضافی راستبازی وغیرہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے خدا کرے کہ آپ اپنے "چیلنج" پر قائم رہ کر منصفانہ بحث کر سکیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار

ابو العطاء جالندھری" ۲۳/۱۱/۶۱

قارئین کرام! اگر پادری عبد الحق صاحب نے مجوزہ مناظرات کو تسلیم کر لیا اور حیل و حجت کر کے اب گریز کی راہ اختیار نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ اسلام و عیسائیت میں فیصلہ کن مناظرات ہو جائیں گے اور جملہ متنازعہ فیہا مسائل پر سیر حاصل بحث ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز ۔

مدیر "چٹان" کی غلط فہمی کا ازالہ !

"اِس وقت احمدیوں سے زیادہ باعمل و منظّم جماعت کوئی دوسری نہیں۔"

(از قلم جناب علّامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر "نگار" لکھنؤ)

پچھلے دو سال کے اندر مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق مَیں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اور اِس باب میں اخبار چٹان لاہور اور بعض دوسرے پاکستانی جرائد نے جو رائے زنی کی ہے اُس کو دیکھ کر بعض حضرات کو یہ سمجھنے کا موقعہ ملا ہے کہ مَیں احمدی ہوں یا مائل بہ احمدیت ہوں۔ خیر عوام کو تو مَیں کچھ نہیں کہتا لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ چٹان جیسے مؤقر اخبارات پر کہ وہ اب تک نہ مجھے سمجھ سکے اور نہ میرا نقطۂ نظر۔

مَیں نے اِس وقت تک جو کچھ لکھا ہے وہ صرف مرزا غلام احمد صاحب کی ذات تک محدود رہے۔ ان کے عقائد سے مَیں نے کوئی بحث نہیں کی اور نہ اسکی ضرورت محسوس کرتا ہوں، کیونکہ جس حد تک مابعد الطبیعیاتی عقائد کا تعلق ہے اُن کے پیشِ نظر میرے مسلمان ہونے ہی میں شک ہے چہ جائیکہ میرا احمدی ہو جانا۔ وہ تو ایسی سخت منزل ہے کہ اگر مَیں اپنے ضمیر کے خلاف ان تمام عقائد کو تسلیم کر لوں تو بھی میرے لئے وہاں کوئی جگہ نہیں کیونکہ احمدیت نصف سے زیادہ عمل و اخلاق کی گرمجوشی کا نام ہے۔ اور یہاں پر پارہ صفر سے بھی کئی درجے نیچے ہے۔

احمدی جماعت کے حالات پر غور کرنے کی تحریک سب سے پہلے مجھ میں اب سے چند سال قبل پیدا ہوئی۔ جب پاکستان کی مسلم اکثریت نے احمدی جماعت کو کافر قرار دے کر اس کے خلاف ہنگامہ قتل و خونریزی برپا کیا تھا۔ اِس سلسلہ میں مجھ کو سب سے زیادہ تکلیف اِس بات پر ہوئی کہ اگر احمدی جماعت کو کافر تسلیم کر لیا جائے تو بھی ان کو قتل و ذبح کرنا کہاں کا اسلام اور شیوۂ مردانگی تھا۔ اس کے بعد جب مَیں نے جاننا چاہا کہ پاکستان کے غازیانِ احرار کیوں احمدیوں کو کافر کہتے ہیں تو تحقیق و مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ان کا سب سے بڑا الزام احمدیوں پر یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ کو خاتم الرسل تسلیم نہیں کرتے۔ یہ جان کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی، کیونکہ اگر یہ سچ ہو تو بھی کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اِس جرم میں انہیں دار پر چڑھاوے جبکہ پاکستان کی غیر مسلم لاکھوں کی آبادی رسول اللہؐ کو رسول ہی تسلیم نہیں کرتی چہ جائیکہ انہیں خاتم الرسل سمجھنا۔ اور ان کو گردن زدنی نہیں سمجھا جاتا۔ اِس سلسلہ میں مجھے احمدی جماعت کے لٹریچر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور مَیں نے جب مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو مَیں اور زیادہ حیران ہوا کیونکہ مجھے اُن کی کوئی تحریر ایسی نہیں ملی جس سے اِس الزام کی تصدیق ہو سکتی۔ بلکہ برخلاف اِس کے مَیں نے اُن کو ختم رسالت کا اقرار کرنے والا اور صحیح معنا میں عاشقِ رسولؐ پایا۔ اسی کے ساتھ ہی مَیں نے مرزا صاحب کی زندگی کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ یقیناً بڑے مخلص، بڑے باعمل، بڑے عزم و ہمّت والے انسان تھے اور انہوں نے مذہب کی صحیح رُوح کو سمجھ کر اسلام کی

وہی عملی تعلیم پیش کی جو عہدِ نبوی و خلفاء راشدین کے زمانہ میں پائی جاتی تھی۔ میں نے اُن کے مخالفین کی بھی تحریریں پڑھیں، جن میں مرزا صاحب کو کافر، ملعون اور مکار و غدار کہا گیا ہے۔ لیکن میں نے ان تحریروں میں مطلقاً کوئی وزن نہیں پایا۔

مرزا صاحب کے خلاف دوسرا الزام یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مہدی موعود اور مثیلِ مسیح کہتے ہیں سو اس کو میں نے کبھی قابلِ توجہ نہیں سمجھا کیونکہ میں سرے سے ان روایات کا قائل ہی نہیں، تاہم مرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ کے بعد میں اِس نتیجہ پر ضرور پہنچا کہ وہ روایاتِ متداولہ کی بناء پر واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود یا مثیلِ مسیح سمجھتے تھے۔ اور اگر ایسا سمجھنے اور سمجھانے کے بعد انہوں نے ایک باعمل جماعت مسلمانوں میں پیدا کر دی تو اس کے خلاف مجھے اعتراض ہو تو ہو لیکن ان لوگوں کو کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں جو خود مہدی موعود اور مثیلِ مسیح کے ظہور کی پیشگوئیوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔

میرا مسلک مذہب کے باب میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ قطعاً مسلمان ہے اور کسی کو اُسے غیر مسلم یا کافر کہنے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ہر مسلمان خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو، کم از کم وحدانیت و رسالت کا ضرور قائل ہے۔ اور اسلام نام صرف اِسی عقیدہ کا ہے۔ رہے فروعی مسائل سو ان کا اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کی بناء پر جماعت کو اسلام سے خارج کر دیا جائے۔

جس حد تک ذاتی عقائد کا تعلق ہے مجھے شیعی، سُنّی، خارجی، احمدی، اہلِ قرآن، اہلحدیث، مقلدین و غیر مقلدین سب سے اختلاف ہے کسی سے کم کسی سے زیادہ لیکن میں اِن سب کو مسلمان اور ہیئتِ اجتماعی کا فرد سمجھتا ہوں۔ ہاں اِس سے ہٹ کر جب سوال ترجیح و تفوّق کا سامنے آتا ہے تو میں بے شک یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ اِس وقت احمدیوں سے زیادہ باعمل و منظم جماعت کوئی دوسری نہیں۔ اور جب تک ان کی یہ تنظیم قائم ہے میں ان کو سب سے بہتر مسلمان کہتا رہوں گا۔ خواہ اپنی نااہلی، کم ہمتی، بے عملی یا بر خود غلط عقل پسندی کی بناء پر کبھی ان میں شامل نہ ہو سکوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ احمدی جماعت فرشتوں کی جماعت ہے اور وہ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر دوسری جماعتوں میں فی ہزار کوئی ایک سچا مسلمان ملے گا تو ان میں ۵۰ فیصدی ایسے افراد مِل جائیں گے جو اپنی انسانیت اور بلندیٔ اخلاق کے لحاظ سے واقعی مسلمان کہے جا سکتے ہیں۔ پھر جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اِس جماعت کی یہ عزیمت و تنظیم نتیجہ ہے صرف مرزا صاحب کی بلند شخصیت کا، تو پھر وہ مجھے مہدی موعود سے بھی زیادہ اونچے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اوّل تو ظہورِ مہدی کا عقیدہ ہی سرے سے بے معنی سی بات ہے لیکن اگر کبھی وہ تشریف بھی لائے تو شاید اِس سے زیادہ کچھ نہ کر سکیں گے جو مرزا صاحب نے کر دکھایا۔"

(رسالہ نگار بابت ماہ نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۲-۳)

بہائیوں کے موجودہ لیڈر کا ایک اعلان

چار قابلِ توجہ فقرے

جناب میسن ریمی نے بہائی کنونشن میں اعلان کرتے ہوئے کہا:-

(۱) " ولی عزیز امر اللہ نے مجھے انٹرنیشنل بہائی کونسل کی صدارت کے لئے منتخب فرمایا۔ یا ان کی اپنی تشریح کے مطابق اس بیت العدل عمومی کا صدر مقرر فرمایا جو ابھی حالتِ جنین میں تھا اسلئے میں اس بیت العدل عمومی کا صدر ہوں جو حالتِ جنین میں ہے "

(۲) " افکار و مقاصد کی ابتری کے اس وقت میں جس سے کہ تمام عالم بہائی آج دوچار ہے میرے لئے یہ مبارک گھڑی ہے کہ میں وہ اعلان کروں جو اس نوشتہ میں تحریر ہے میں اس سے زیادہ تاخیر نہیں کر سکتا۔ وہ تمام منصوبے جو ایادی امر ۱۹۶۳ء کے لئے بنا رہے ہیں اور جو بہائی عوام کیلئے استغراق اور گھبراہٹ کا باعث ہیں فوراً ختم کر دیئے جائیں۔ ایسی حالت میں قیادت کا حق سوائے میرے اور کسی کو نہیں پہنچتا "

(۳) " میں ایادی امر کے ان ارتکابات سے کسی طرح اور زیادہ عرصے کے لئے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ میری دو سال کے عرصہ سے کچھ زیادہ دیر کی خاموشی اس امر پر تھی کہ وہ اس تباہ کن مذہبی انتشار سے باز آجائیں گے مگر یہ سب کچھ بے اثر رہا۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ میں ان تمام اقدامات کو ختم کرنے کا حکم دوں "

(۴) " میں ایادی امر کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی ۱۹۶۳ء کی تیاریوں کو ختم کریں اور مزید برآں میں تمام احباءِ الٰہی کو فرداً اور روحانی محافل کو اجتماعاً حکم دیتا ہوں کہ وہ فوراً ۱۹۶۳ء کے فریبانہ پروگرام سے قطع تعلق کریں اور اس کی اعانت سے دست بردار ہو جائیں۔ میں نے عالم بہائی کو اس حکمنامہ کے جاری کرنے سے پیشتر حتی المقدور ڈھیل دی اور مجھے یہ امید تھی کہ ایادی امر خود اس بات کا احساس کر کے کہ وصایائے عبد البہاء کو مٹایا جا رہا ہے خود بخود اپنے اس ارتکاب سے باز آجائیں گے "

(رسالہ " سرولایت " صفحہ ۲۹-۴۲ شائع کردہ محفل روحانی لاہور)

حضرت مریم صدّیقہ مشرق میں!

مصر کے آثارِ قدیمہ سے ملنے والی قبطی انجیل کی شہادت

کاشغر میں "مریم مزار"

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری)

واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم کہاں گئیں؟

قرونِ اولیٰ کے آباءِ کلیسیا کے لئے یہ سوال خاصا پریشان کن تھا۔ دوسری صدی کی روایت ہے کہ جب یروشلم میں اس محترم خاتون کے لئے رہنا دوبھر ہو گیا تو وہ یوحنا حواری کے ہمراہ ایشیا چلی گئیں۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ وہ شہید ہو گئیں یا آسمان پر زندۂ جاوید ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی میں مقدس ایپی فینیس ان روایات کا ذکر کرتے ہیں۔

ہنری دانیال نے اپنی کتاب "دی بک آف میری" میں بشپ مذکور کا مکمل بیان درج کیا ہے۔ سرِ عنوان لکھتے ہیں:-

"This writer expresses himself as follows on the question as to whether our lady-had she been then alive, which is quite possible might have gone with Saint John on this journy into Asia P. 135

یعنی مقدس ایپی فینیس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ بالکل ممکن ہے کہ حضرت مریم زندہ ہوں یا وہ مقدس یوحنا کے ہمراہ ایشیا میں چلی گئی ہوں۔

حضرت مریم کے متعلق ایپی فینیس نے یوحنا عارف کے ایک کشف کا ذکر کیا ہے جس سے لوگ یہ استدلال کرتے تھے کہ حضرت مریم شہید نہیں ہوئیں بلکہ وہ کسی محفوظ جگہ چلی گئیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"مکاشفات یوحنا عارف (۱۲ باب) میں لکھا ہے کہ اژدہا اس خاندان کی طرف لپکا جس نے نرینہ بچے کو دنیا میں جنم دیا۔ اس خاتون کو شاہین کے پر عطا ہوئے تاکہ وہ بیابان کو بھاگ جائے اور اژدہا سے

اپنی گرفت میں نہ لے سکے۔ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ مریم کی ذات میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہو۔"

بشپ مذکور قرونِ اولیٰ کی اس روایت کا ذکر کرتے ہیں کہ "حضرت مریم یوحنا حواری کی معیت میں یروشلم سے ہجرت کر کے ایشیا روانہ ہو گئیں" اور کہتے ہیں کہ بالکل ممکن ہے کہ یوحنا عارف کے کشف میں جس مبارک خاتون کا ذکر ہے وہ حضرت مریم ہی ہوں۔

صاف ظاہر ہے کہ ابتدائی عیسائیوں میں حضرت مریم کے ایشیا آنے کی روایت موجود تھی۔ اس روایت کو انجیل کی تائید حاصل تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت مریم نے ایشیا میں کونسی جگہ پناہ لی؟ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آپ یوحنا حواری کے ہمراہ ایشیائے کوچک میں آ گئیں۔ ابتدائی روایت میں ایشیا میں جانے کا ذکر ہے کوئی مقام متعین نہیں کیا گیا۔ یوحنا حواری چونکہ ایشیائے کوچک کے مقام افسس میں کلیسیا کے سربراہ تھے یہیں ان کی وفات ہوئی۔ اسلئے بعد میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ حضرت مریم بھی افسس میں لمبی عمر پا کر فوت ہوئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔ ۴۳۱ عیسوی میں افسس کی کونسل کے ایک کلیسیائی مکتوب میں دعویٰ کیا گیا کہ حضرت مریم یہاں آئیں۔ اسی مقام پر وفات پائی۔ ایک چرچ کو بھی حضرت مریم کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ افسس کا مریم چرچ بہت مشہور ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ محض خیالی دعویٰ تھا ورنہ جیسے یوحنا حواری کی قبر افسس میں موجود تھی حضرت مریم کی قبر کا بھی نام و نشان ملتا۔

مشہور عیسائی عالم فریڈرک ڈبلیو فرار اپنی کتاب "عیسائیت کے ایام قدیم"[1] میں لکھتے ہیں:۔

"اگر حضرت مریم افسس میں دفن ہوئیں تو ان کی قبر یوحنا حواری کی قبر سے بڑھ کر معروف ہونی چاہیئے تھی۔ یوحنا کی قبر لوگوں کو معلوم تھی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مریم کی قبر کا نام و نشان نہ ملا اسلئے یہ روایت بعید از قیاس ہے۔"

"تاریخِ کلیسیا سے ثابت ہے کہ یوحنا پہلے پارتھیا میں گئے۔ بعد میں ایشیائے کوچک میں آئے۔ گویا پہلے آپ نے بلادِ مشرقیہ کا سفر کیا۔ بعد میں مغرب میں افسس میں سکونت اختیار کی۔ تاریخی قرائن بتاتے ہیں کہ حضرت مریم یوحنا کے ہمراہ مشرق میں گئی ہیں نہ کہ مغرب میں۔ اگر حضرت مریم افسس میں آتیں اور یہیں فوت ہوتیں تو ان کی قبر یوحنا حواری سے بڑھ کر معروف ہونی چاہیئے تھی۔

قرونِ اولیٰ کی کتاب اعمال فلپ میں واقعہ صلیب کے بعد حواریانِ مسیح کی پارتھیا میں آمد کا ذکر ہے۔ یوحنا بھی ان میں شامل ہیں۔ لکھا ہے:۔

"جب فلپ حواری پارتھیا میں گئے تو اس نے ایک شہر میں پطرس کو شاگردوں کی معیت میں پایا۔ یوحنا حواری بھی وہاں موجود تھے۔ یوحنا نے بتایا کہ اندریاس کو ایشیا اور تھریس میں بھیجا گیا۔ توما کو ہندوستان میں۔"
(تلخیص)

(The Apocryphal New Testament by M. R. James P. 442)

---

[1] ملاحظہ ہو:۔
The Early days of Christianity by Farrar P. 379

تیسری صدی عیسوی کی کتاب **اعمالِ توما** میں لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے کچھ عرصہ بعد حواری ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ حضرت مسیح بھی وہاں ظاہر ہوئے۔ اس مجلس میں قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ ہوا کہ توما کو ہندوستان میں اور باقی حواریوں کو مختلف بلاد میں تبلیغ کے لئے بھیجا جائے۔ (کتاب مذکور ص ۳۶۵)

ان دونوں حوالوں کو یکجائی طور پر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام اجتماع رومن حدود سے باہر پارتھیا کا کوئی شہر تھا جہاں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری موجود تھے۔

اب بات صاف ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد رومن حدود سے باہر پارتھیا کے کسی شہر میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد حواری بھی کشاں کشاں اپنے آقا کے پاس پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یوحنا اپنے ہمراہ حضرت مریم کو بھی لے جاتے ہیں۔ دوسری صدی کی روایت میں حضرت مریم کے ایشیا جانے کا ذکر ہے۔ ایشیا سے مراد یہاں پارتھیا کے شرقی بلاد ہیں نہ کہ افسس۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس زمانہ میں پارتھی سلطنت کی حد دریائے سندھ سے لے کر فرات تک ممتد تھی۔ پارتھیا میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لئے امن تھا جبکہ رومن حکومت میں دوبارہ گرفتاری کا ہر آن خطرہ موجود تھا۔

علماءِ مغرب کی تحقیق

عہدِ حاضر میں دو مغربی محقق نیشوما پوڈرو اور رابرٹ گریوز بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم کو چھوڑ کر رومن حدود سے باہر پارتھیا میں آ گئے جہاں یہود زمانہ قدیم سے بسے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ مریم نامی ایک خاتون بھی موجود تھیں۔ اس خاتون کو وہ والدہ مسیح کی بجائے مریم بنت کلوپاس بتاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مریم زیادہ حق دار تھیں کہ وہ اپنے بیٹے کی معیت میں رہتیں (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مصنفین مذکور کی کتاب نزرین گاسپل ص ۷۵۵)

مکتوب پطرس کی گواہی

انجیل میں پطرس کے نامہ اول[۱] میں بھی حضرت مریم کی ہجرت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ پطرس نے یہ خط بابل سے لکھا جو کہ پارتھی حکومت میں شامل تھا۔ پطرس نے اشارہ کیا ہے کہ حضرت مسیح حادثہ صلیب کے بعد نئی زندگی پا کر نوح کے علاقہ کی قیدی روحوں میں منادی کے لئے گئے۔ اس مکتوب میں پطرس، مرقس اور ان کے بعض شاگردوں کی بابل میں موجودگی کا ذکر ہے۔ ایک چنیدہ اور محترم خاتون بھی بابل میں پطرس کے ہمراہ ہیں جو کہ مغرب میں عیسائیوں کو سلام بھیجتی ہیں۔ یہ خاتون کیا حضرت مریم ہیں؟

مذکورہ قرائن کی روشنی میں یہ امر بعید از قیاس نہیں۔ شیعہ کتاب **بحار الانوار** میں لکھا ہے کہ

---

[۱] پطرس کے نامہ اول کے متعلق علماء بائبل یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسری صدی کی تالیف ہے۔ میری رائے میں پطرس کے اصل آرامی خط کو سامنے رکھ کر بعد میں یونانی زبان میں اسے دوبارہ ترتیب دیا گیا۔ مرتب نے پولوس کی تعلیمات کے پیشِ نظر اس کو نیا رنگ دے دیا۔ اس خط میں بعض کوائف اور تعلیمات اصلی ہیں۔ باقی حصہ دوسری صدی کا اضافہ ہے ٭

مسیح اور مریم نے جہاں پناہ لی وہ کوفہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ ہے۔ عیسیٰ بن مریم اور حواری ارض کربلا (بابل) سے بھی گزرے (بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ و باب علامات ظہور ۵ صفحہ ۱۵۵) یہ روایت بھی خط پطرس کے اشارات کی تائید میں ہے۔

قبطی انجیل کا انکشاف

حال ہی میں مصر کے آثارِ قدیمہ سے ایک نئی انجیل کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ انجیل حضرت مسیح علیہ السلام کے ۱۱۴ زرّیں اقوال پر مشتمل ہے۔ جو کہ توما حواری نے مرتب کئے۔ اِس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت کا واضح ذکر ہے۔ حضرت مریم کی ہجرت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ یہ انجیل ۱۹۵۹ء میں

"*Gospel according to Thomas*"

کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل دو حوالے قابلِ غور ہیں۔ قول ۱۲ درج ہے:-

The disciples said to Jesus. We know that thou wilt go away from us. Who is it who shall be great us?

Jesus said to them: where ever you have come, you will go to James the righteous."

شاگردوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ہم سے دور چلے جائیں گے (آپ کے بعد) وہ کون شخص ہوگا جو ہم پر امیر ہوگا؟

حضرت مسیح نے کہا کہ جہاں کہیں سے بھی تم آؤ تم یعقوب (حواری) کی طرف جاؤ گے جو کہ الصادق ہے۔"

اس انجیل کے آخری قول میں حضرت مریم کی ہجرت کا ذکر ہے۔ اس قول کا ترجمہ گو اتنا واضح نہیں (کیونکہ آرامی سے یونانی اور یونانی سے قبطی میں ترجمہ ہوا۔ اختلافِ السنہ بعض دفعہ مفہوم کو مبہم کر دیتا ہے) تاہم حضرت مریم کی ہجرت کی طرف اس قول میں اشارہ موجود ہے۔ لکھا ہے:-

"Simon Peter said to them: Let Mary go out from among us, because women are not worthy of the life. Jesus said: see, I shall lead her."

شمعون پطرس نے شاگردوں سے کہا کہ حضرت مریم کو ہم میں سے باہر جانے دو۔ کیونکہ عورتیں زندگی کے لائق نہیں ہیں۔ یسوع نے کہا دیکھو میں مریم کو اپنے ساتھ لیجاؤں گا یا اس کی راہنمائی کروں گا"

صلیبی واقعہ کے بعد چونکہ عورتوں کے لئے یروشلم میں زندگی بسر کرنا خطرناک تھا۔ یہودیوں کے ناپاک منصوبے حضرت

مسیح پر ہاتھ ڈالنے کے بعد حضرت مریمؑ کے متعلق بھی بدوئے کار آچکے تھے۔ شاگردوں کی مشاورت میں پطرس نے تجویز پیش کی کہ حضرت مریم کو باہر بھیج دینا چاہیئے۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ میں خود ان کی راہنمائی کروں گا اور انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ مذکورہ دونوں اقوال کو یکجائی نظر دیکھنے سے یہ مفہوم واضح ہے۔ پہلے قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ ہجرت کے لئے پابہ رکاب ہیں۔ دوسرے قول میں حضرت مریم کو ساتھ لے جانے کا ذکر ہے۔ یہ مفہوم کہ پطرس عورتوں کو روحانی زندگی کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ اسلئے انہوں نے مریم کو حلقۂ جماعت سے نکال باہر کرنیکا مشورہ دیا۔ مریم صدیقہ کے متعلق ایسی باتیں نوکِ زبان پر لانا بعید از قیاس ہے۔

قدیم ہندوستان کے لٹریچر کی گواہی

قدیم بدھ اور ہندو لٹریچر میں اور کشمیر کے اسلامی دَور کی فارسی تاریخوں میں حضرت مسیحؑ کی آمدِ ہندوستان کا واضح ذکر ملتا ہے۔ بھوشیہ پران میں ہمالیہ کے پہاڑوں میں حضرت مسیحؑ کی موجودگی اور راجہ شالباہن سے ملاقات کا بیان ہے۔ آپ کا نام عیسیٰ مسیح کے علاوہ یُوسا ثافت (یوزآسف) بھی بتایا گیا۔ اسی طرح تبت اور لداخ کے بدھ لٹریچر میں سارے شمالی ہندوستان میں حضرت مسیحؑ کی سیاحت کا ذکر ہے۔

ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو اپنی کتاب Glimpses of world History (تاریخ عالم کی جھلکیاں) میں لکھتے ہیں:۔

"تمام وسطی ایشیا کشمیر۔ لداخ تبت اور اسی طرح اس سے اگلے شمالی علاقہ میں

اب بھی یہ مضبوط یقین پایا جاتا ہے کہ یسوع یا عیسیٰ نے اِن علاقوں میں سفر کیا" (ص۱۲۸)

تیسری صدی عیسوی کی کتاب "صحیفۂ بوذاسف" گو محض ایک بُدھ افسانہ ہے لیکن اس میں قدیم ہندوستان کی بعض روایات محفوظ ہو گئی ہیں۔ کتاب کے آخر میں لکھا ہے:۔

"اہلِ ہند کے عقیدہ کے مطابق جس وقت بوذاسف روانہ ہوُا چار فرشتے اس کے ہمراہ ہوئے جو اس کی دلجمعی و تسلی کرتے اور اُسے ثابت قدم رکھتے تھے۔ اور اس کے موافق اُسے آسمان کے اوپر لے گئے۔ جہاں اس نے غائب کی چیزیں دیکھیں اور ملاء اعلیٰ سے وحی سُنی۔ اس کے بعد وہ زمین پر اس کو واپس لائے اور علیٰ ہذہ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یوذاسف خدا کے اُن رسولوں میں سے تھا جو اگلے زمانوں میں ہو گزرے ہیں۔ اور وہ ہندوستان میں شہر بہ شہر پھرا تھا۔ اور جس شہر میں پہنچا تھا وہاں کے رہنے والے اس پر ایمان لاتے اور اس کے علم سے نفع اٹھاتے تھے۔ اسی طرح سے پھرتا ہوُا کشمیر پہنچا جو اس کے سفر کا منتہیٰ ثابت ہوُا اسلئے کہ موت نے یہاں سے آگے بڑھنے نہ دیا۔ جب وہ مرنے لگا تو اپنے ایک شاگرد کو جس کا نام ابابیل تھا اور جس نے اُس کی بڑی خدمت گزاری و اطاعت کی تھی اور سب امور میں بڑا کامل تھا، یہ وصیت

کی کہ میں نے لوگوں کو تعلیم دی۔ خدا سے ڈرایا۔ بیعت کی خوب نگہداشت کی اور اگلے لوگوں کے نام کو خوب روشن کیا۔ اور ایمان والوں کی جماعت کو جو منتشر تھی مجتمع کیا اور انہی کے لئے میں بھیجا گیا تھا۔ اب دنیا سے عالمِ بالا کی طرف میری رُوح کے پرواز کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ تم سب کو لازم ہے کہ اپنے فرائض کی نگہداشت کرو اور جس حق کو تم نے تشکر کی وجہ سے پایا ہے اس کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دو اور ابابیل کو اپنا سردار سمجھو۔

اس کے بعد اس نے ابابیل سے کہا کہ میرے لئے تھوڑی سی جگہ صاف کر دو۔ جس پر وہ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور اپنے سر کو حربی کی طرف اور مُنہ کو مشرق کی طرف کر کے اس جہان سے گزر گیا"۔ (کتاب یوذ اسف و بلوہر عربی نسخہ خلافتِ عباسیہ ترجمہ اُردو از مولوی سید عبدالغنی صفحہ ۲۵۹ -- ۲۶)

اس قدیم روایت سے ظاہر ہے کہ یوذاسف یعنی یوذاسف ایک پیغمبر تھا جو کہ بالآخر کشمیر میں آیا۔ اس کا مشن اپنے منتشر گلّہ کو اکٹھا کرنا تھا۔ وہ کشمیر میں فوت ہُوا اور وہیں دفن ہُوا۔ یہ مزار قبر یوذاسف کے نام سے سری نگر میں موجود ہے۔ خوشتہ بیان میں یوذاسف اور عیسیٰ مسیح کو ایک ہی وجود بتایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سری نگر کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام دفن ہیں۔

مزارِ مریم حضرت مریم کی مشرق میں آمد اور وفات کے متعلق بھی بدستور روایات ملتی ہیں۔

پروفیسر نکولس رُورِخ نے ۱۹۲۹ء میں اپنا سفرنامہ ایشیا "ہارٹ آف ایشیا" (Heart of Asia) کے نام سے شائع کیا۔ اس میں پروفیسر موصوف نے یہ لکھا ہے کہ نہ صرف یہ کہ کشمیر، لداخ اور وسطِ ایشیا کے مختلف مقامات میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت مسیح ان علاقوں میں آئے بلکہ اُن کی والدہ کی آمد کے متعلق بھی روایت ملتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"کاشغر سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر "مریم مزار" کے نام سے ایک مقبرہ موجود ہے یہ قبر مقدس کنواری یعنی والدہ حضرت مسیح ناصری کی بتائی جاتی ہے۔

روایت بتاتی ہے کہ حضرت مریم یروشلم سے صلیبی واقعہ کے بعد کاشغر میں ہجرت کر کے آ گئیں جہاں وہ وفات پا گئیں اور ان کا مزار بنایا گیا۔ یہ مقام آج کے دن تک مرجعِ خلائق اور زیارت گاہ ہے"۔ (صفحہ ۳۹)

کاشغر کشمیر کے شمال میں چین کے صوبہ سنکیانگ میں ایک مشہور شہر ہے جسے آجکل شوفو کہتے ہیں۔ وسطِ ایشیا کے اس علاقہ میں اسرائیلی جلاوطن قبائل کا بسنا ثابت ہے۔ یسعیاہ نبی کی کتاب سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مشرق میں ارضِ صینم یعنی چین میں بھی آباد ہیں۔ (۲۹/۱۲) اس علاقہ میں جیسا کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے لکھا ہے حضرت مسیح کی آمد کی روایت بھی پائی جاتی ہے۔ رُورِخ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں "نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان، لداخ اور وسطِ ایشیا کے دُور دراز علاقوں میں حضرت مسیح کی آمد کی روایت ملتی ہے"۔ (ہارٹ آف ایشیا صفحہ ۲۲) توما حواری کے متعلق بھی قدیم روایت موجود ہے کہ وہ بھی شمال مغربی ہندوستان سے چین میں گئے سمرقند، کاشغر، بلخ میں قرونِ اولیٰ میں عیسائیت شائع تھی۔ [1]

[1] China and the Cross by Columbia cary - Elwes P. 3, 10-11

ان قرائن کے پیشِ نظر حضرت مریمؑ کا کاشغر میں آنا اور یہاں پر آپ کی وفات کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ مزید برآں پہلی صدی عیسوی میں کشانوں نے دُور دُور تک فتوحات حاصل کیں۔ انہوں نے کشمیر، کاشغر، یارقند اور ختن کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اپنا باجگزار بنا لیا اور اس طرح کشمیر اور وسطِ ایشیا کا الحاق ہو گیا۔ چنانچہ پنڈت رام چند کاک اپنی کتاب "کشمیر کے آثارِ قدیمہ" میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کے بعض آثار میں وسط ایشیائی اثر نمایاں ہے جو کہ کشمیر اور وسطِ ایشیا کے الحاق پر دلالت کرتا ہے[1]۔ یہ الحاق گو مکمل تو دوسری صدی کے پہلے ربع میں ہوا لیکن اس الحاق کی تیاری پہلی صدی کے آخری ربع میں شروع ہو چکی تھی۔ (کنشک جو کہ اس الحاق کو بروئے عمل لایا ۷۸ عیسوی یا ۱۲۰ عیسوی میں برسرِ اقتدار آیا۔) پس یہ بالکل ممکن ہے کہ حضرت مسیحؑ توما حواری اور حضرت مریم پر مشتمل مقدس قافلہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے کشمیر سے کاشغر روانہ ہوا ہو۔ کاشغر کے قرب و جوار میں حضرت مریم کا انتقال ہو گیا اور وہ وہاں دفن کر دی گئیں۔

دنیا میں ایک ہی مزار ہے جس کے ساتھ یہ روایت وابستہ ہے۔ کہ حضرت مریم ہجرت کر کے جب ایشیا میں آئیں تو وہ یہاں دفن ہوئیں۔ اس روایت کی قدر و قیمت کا اندازہ یوں بھی ہوتا ہے کہ مغرب کے عیسائیوں میں بھی دوسری صدی کی یہ روایت موجود تھی کہ حضرت مریم فلسطین سے ہجرت کے بعد ایشیا گئیں ایشیائے کوچک میں افسس کے مقام پر مریم کے نام کا گرجا تو بنا لیا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ حضرت مریم ایشیائے کوچک میں ہی آئی تھیں لیکن ان کے مزار کی نشان دہی کسی نے نہ کی لیکن کاشغر میں وہ روایت بھی موجود ہے جو مغرب میں مشہور ہوئی اور ایک ایسا مزار بھی موجود ہے جو کہ زمانہ قدیم سے مریم مزار کے نام سے موسوم ہے۔

کشمیر اور وسطِ ایشیا میں زبانی روایات کی قدر و قیمت سے کوئی مؤرخ اغماض نہیں کر سکتا۔ پس مذکورہ شواہد کے پیشِ نظر تاریخی قرائن کی رُو سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کاشغر کا مزار حضرت مریم کا ہے۔ جس طرح سری نگر محلہ خانیار میں قبر یوز آصف کے متعلق یہ روایت ہے کہ اس میں حضرت مسیحؑ دفن ہیں اسی طرح مزارِ کاشغر کے متعلق روایت قدیم ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ یہ قبر حضرت مریم کی ہے۔

ایک قبر کوہ مری میں بھی ہے جو کہ زمانہ قدیم سے "مائی مری کی مڑھی" کے نام سے موسوم ہے۔ اس قبر کے ساتھ اس قسم کی کوئی روایت وابستہ نہیں کہ یہ مزار حضرت مسیحؑ کی والدہ کا ہے۔

بعض احباب کا یہ خیال ہے کہ یہی مزار حضرت مریم کا ہے جیسا کہ خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے لیکن اس دعویٰ کی تائید میں مزارِ کاشغر کی طرح (کہ جس کے بارے میں واضح طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم ہجرت کے بعد ایشیا میں آ گئیں اور یہاں آپ دفن ہیں) کوئی روایت موجود نہیں۔

مریم مگدلینی بھی واقعہ صلیب کے بعد لاپتہ ہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ وہ بھی مشرق میں آ گئی ہوں نیکولس نوٹووچ آثارِ قدیمہ سے ملنے والے ایسینی مکتوب میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ کا ارادہ ان سے شادی کا تھا۔ لیکن حالات ناسازگار تھے اور حضرت مسیحؑ کا مشن اس میں روک تھا۔ ممکن ہے کہ مریم نام کے مذکورہ دو مزار انہی دو محترم خواتین کے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] Ancient Monument of Kashmir P. 110

"مباحثہ مصر" کے متعلق دو گرامی نامے

(۱) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "مولوی ابو العطاء صاحب نے مجھے اپنے ایک دیرینہ "مباحثہ مصر" کا نسخہ دیا ہے۔ یہ اس مناظرے کی رُوئداد ہے جو بعض نامور عیسائی پادریوں کے ساتھ مسیحیت کے بعض بنیادی عقائد کے متعلق مولوی صاحب نے مصر میں کیا تھا۔ مناظرہ تو خیر **کاسر صلیب** کے شاگرد ہونے کی وجہ سے کامیاب ہونا ہی تھا مگر مجھے اس مناظرہ کی روئیداد پڑھنے سے حیرت ہوئی کہ **مولوی صاحب نے اس مختصر سے مناظرہ میں کتنا مواد بھر دیا ہے**۔ یہ مناظرہ یقیناً ان احمدی مبلغوں کے **بہت کام** آسکتا ہے جن کا مسیحی مشنریوں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہو۔ (مرزا بشیر احمد) ربوہ ۴ 11/61"

(۲) حضرت محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ تحریر فرماتی ہیں:۔

"مکرمی محترمی مولانا ابو العطاء صاحب نے حال میں ہی ایک کتابچہ "مباحثہ مصر" کے نام سے شائع فرما کر ایک بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی جو مردم شماری ہوئی ہے اس کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان کی عیسائی آبادی میں ایک نمایاں اضافہ ہوا ہے مسلمانوں کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ یہ وقت اس بات میں سوچنے میں نہیں گزارنا چاہیئے کہ اس اضافہ کی وجوہات کیا ہیں بلکہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ان نفوس کو جو اسلام جیسی نعمت چھوڑ کر گمراہی کی طرف جا رہے ہیں یا جا چکے ہیں کس طرح پھر آغوش اسلام میں واپس لایا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے عیسائیت کے خلاف لٹریچر شائع کیا جائے اور اس کی اشاعت کی جائے تا کہ ان کو معلوم ہو کہ حقیقی نجات صرف اسلام کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ میں احباب کرام کی خدمت میں گزارش کروں گی کہ وہ یہ کتاب خود بھی پڑھیں اپنے دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو بھی ضرور پڑھائیں تا کہ وہ اپنی اپنی مجالس میں عیسائیت پر اسلام کی فوقیت کے دلائل پیش کر سکیں۔ خاص طور پر ایسے ماں باپ جن کے بچے کانونٹوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ بچے آہستہ آہستہ عیسائیت کی تعلیم کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ میں لجنات کی عہدہ داروں سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر اس کو عیسائی عورتوں میں کثرت سے تقسیم کریں۔

نیز میں مولوی ابو العطاء صاحب سے یہ بھی درخواست کروں گی کہ وہ اس کا انگریزی ترجمہ شائع کروائیں تا کہ انگریزی جاننے والے طبقہ میں اس کی اشاعت ہو سکے اور غیر ممالک میں بھی اس کو بھجوایا جا سکے۔

خاکسار۔ مریم صدیقہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

۱۶ 11/61

نوٹ:۔ "مباحثہ مصر" کی قیمت علاوہ محصول دس آنے ہے۔

نیز الفرقان کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

(مینجر الفرقان ربوہ)

"قادیانی شاعری"

نمبر ۲

رسالہ "پیامِ مشرق" کے اعتراضوں کا جواب

(از حضرت ابن علی الترمذی)

طالبِ حق جناب ابوحمّاد صاحب رشید نے "پیامِ مشرق" لاہور مجریہ ماہ اپریل ۱۹۶۱ء میں "قادیانی شاعری" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا تھا جس کے ابتدائی حصہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کے نزدیک فارسی کے الفاظ "تا" اور "کہ تا" میں سے صرف "تا" لکھنا صحیح ہے اور "کہ تا" لکھنا قطعاً غلط۔ آپ نے یہ بتانے کی تو کوئی ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ "کہ تا" کو مسلّم اساتذہ میں سے کس نے اور کب غلط اور ناقابلِ استعمال قرار دیا ہے یا آپ خود اسے کن دلائل کی بنا پر غلط اور ناقابلِ استعمال قرار دے رہے ہیں۔ ہاں آپ نے اس کے غلط اور ناقابلِ استعمال ہونے کی تائید میں اپنے پیشوا اور رہنما مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا یہ مصرع پیش کر دیا تھا کہ ؎

یہ "کہ تا" ہے نشانِ شاعرانِ قادیاں

ظاہر ہے کہ اس مصرع کا "کہ تا" کے غلط اور ناقابلِ استعمال ہونے کے ثبوت سے تو کچھ بھی تعلق نہیں تھا۔ یہ دو امر البتہ ظاہر ہوتے تھے اوّل یہ کہ اس معاملے میں طالبِ حق جناب ابوحمّاد صاحب رشید کی حیثیت صرف روایتی کاتب جیسی ہے اصل چیز تو آپ کے مولانا ہی ہیں۔ اُنھیں نے "کہ تا" کے غلط ہونے کا اظہار کیا۔ اُنھیں نے اسے اس کے استعمال کرنے والوں کی غلطیوں کا شاہکار قرار دیا اور انھیں نے اس کے استعمال کا قادیان اور صرف قادیان سے مخصوص ہونا ظاہر کر کے یہ یقین دلانا چاہا کہ قادیان ہی میں اس کا استعمال شروع ہوا اور قادیان ہی تک محدود رہا۔ قادیان کے سوا اس کا استعمال کبھی اور کہیں نہیں کیا گیا۔

ہم نے اس خیال کا بے بنیاد ہونا ظاہر کرنے کیلئے ایک مضمون لکھا جس کی پہلی قسط "الفرقان" اگست ۱۹۶۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔

جناب ابوحمّاد صاحب رشید نے تو اپنے مضمون میں اس امر کا ذرا بھی خیال نہیں کیا تھا کہ مولانا ظفر علی خان دنیا چھوڑ چکے ہیں۔ اُن کی آڑ لے کر دوسروں کی تذلیل و تحقیر مناسب نہیں ہے۔ اور انہوں نے اپنے مولانا کی آڑ لے کر ایسے لوگوں کو جی کھول کر تمسخر و استہزاء کا نشانہ بنایا اور اُن کے خلاف آوازے کسے اور پھبتیاں اڑائیں جنھوں نے آپ کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔ نہ وہ آپ سے واقف تھے اور نہ آپ اُن سے۔ مگر ایسی حالت میں کہ ابوحمّاد صاحب رشید کے مولانا نہ اب کسی کی سُن سکتے ہیں اور نہ اپنی سُنا سکتے ہیں ہمیں یہ گوارا نہ ہوا کہ اُن سے متعلق ایک لفظ بھی لکھا جائے۔ چنانچہ ہم نے اس معاملے میں اُن کا ذکر درمیان میں لائے بغیر ایسے حوالجات پیش کر دینے پر بس کیا جن میں

"کرتا" استعمال کیا گیا ہے۔ اور چونکہ کسی زبان کے کسی لفظ کی صحت میں کلام ہو اس کی صحت ثابت کرنے کے لئے اُسی زبان کے مسلّم و مستند اساتذہ کا کلام پیش کیا جانا ضروری ہوتا ہے اس لئے ہم نے "کرتا" کا استعمال دکھانے کے لئے سخنوران فارس کے کلام کو مقدم کیا ہے اور پہلے اٹھائیس[۲۸] حوالے انہیں کے کلام سے پیش کئے ہیں۔ پھر فارسی گو شعرائے ہند کے کلام فارسی و اُردو سے چودہ[۱۴] حوالے نقل کئے ہیں۔

اگرچہ شعراء میں کسی لفظ کا استعمال دکھانے کے لئے چند مستند شعراء کے کلام سے پانچ سات حوالے پیش کر دینا کافی ہوتا ہے لیکن ہم نے بوجوہ چودہ مسلّم شعراء کے کلام سے تینتالیس[۴۳] حوالے پیش کر دیئے پھر بھی یہ سلسلہ ختم نہیں کر دیا۔ اکیاون[۵۱] حوالے اس قسط میں بھی پیش کئے جائیں گے۔ اس مضمون میں مذکورہ بالا حوالوں کے بعد طالبِ حق ابو حماد صاحب رشید کی اُس مایۂ ناز عبارت پر نظر کی جائے گی جو انھوں نے نہایت متکبّرانہ انداز میں دوسروں پر اعتراضات کی بارش سے پہلے رقم فرمائی ہے۔ پھر اُن کے اعتراضات کی حقیقت ظاہر کی جائے گی۔ وَبِاللہِ التَّوْفِیْق۔

حوالجات

ملک الکلام اوحد الدین علی الانوری الخاورانی

مالش آں بس کرتا حشر بماند
بے گنہ مستِ شربتِ نشوید (تنقید شعر العجم شائع کردہ انجمن ترقی اردو ص۲۰)

شد کرتا بداں اُمید
چشم دارد براہ و گوش بدر (ص۲۲)

بندہ سالیست کرتا در کنفِ دولتِ تو
غمِ ایّام نہ خورد است چہ اکثر چہ اقل (ص۲۲)

بللہ الحمد کرتا حشر نمی باید بست
در قطارِ نعش نیز نہ تا قر نہ جُمل "

آں کرتا آبِ سبو پیوستہ از ما خواستہ است
گر بجوئی تا بہ مغزِ استخوانش نانِ ماست (ص۲۸)

حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ

رباینده چرخ آں چنانش ربود
کہ گفتی کرتا بود ہرگز نہ بود (از تنقید شعر العجم ص۳۲)

نہادند سرہا کرتا زندہ ایم
بدیں عہد و پیماں سرافگندہ ایم (ص۳۴)

سخن تا توانی بآزرم گوئے
کرتا مستمع گردد آزرم جوئے (ص۳۴)

از سکندر نامہ بری مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ

ستانی زباں از رقیبانِ راز
کرتا رازِ سلطاں نگویند باز (ص۹)

توئی آں کرتا من منم با منے
وزیں در مباداَم تہی دامنے (ص۹)

چراغے کرتا افروخت نور
ز چشم جہاں روشنی بود دور (ص۱۴)

دگرنہ بایید کرتا بودہ ام
بجز دامن لب نیالودہ ام (ص۳۲)

مگر مار بر گنج ازیں جا نشست
کرتا رائیگاں گنج آید بدست (ص۳۲)

بیا ساقی آں ارغوانی شراب
بمن دہ کرتا مست گردم خراب (ص۴۳)

دگر روی رفت چوں تُند باد (از سکندر نامہ)
کہ تا چشم بر ہم نہد سر نہاد (ص ۱۰۳)

مگر شاہ ازاں داد چوگاں بمن
کہ تا زو کشم خاک بر خویشتن (ص ۱۴۶)

خر از زینِ زر بہ کہ پالان کشد
کہ تا رختِ خر بندہ آساں کشد (ص ۱۶۳)

بسا رود کز زخمہ گردن شکست
کہ تا زخمہ رودے آرد بدست (ص ۱۶۶)

کہ تا دورِ او بود در گرم و سرد
کس از پیشۂ خویشتن بر نخورد (ص ۲۲۱)

شکیبائی آورد روزے بسر چار
کہ تا بشگفد غنچۂ نو بہار (ص ۲۲۳)

کہ تا روئے ہر روئے دارا نژاد
بہ بینم کہ دیدہ فرخندہ باد (ص ۲۲۵)

کہ تا روشنک را چو روشن چراغ
بیارند با باغ پیرا بباغ (ص ۲۴۲)

بر ارشاہ را جائے باشد بلند
کہ تا دیدہا زو شود بہرہ مند (ص ۲۵۱)

ملک زادگاں را بر افروز چہر
کہ تا بر تو فیروز گردد سپہر (ص ۲۵۴)

بخونریزیِ شہریاراں مکوش
کہ تا فتنہ را خوں نیاری بجوش (〃)

جوابم بفرمائے گفتن براز
کہ تا رہ نوردم سوئے خانہ باز (ص ۲۸۱)

بتو نقشِ تو زاں نمودم نخست
کہ تا نقشِ من بر تو گردد درست
(ص ۲۸۲)

حضرت شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ

(منطق الطیر مطبوعہ کوآپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور)

سر بریدندش کہ تا بشکستہ بود
از چہ پیوستہ رحم بگسستہ بود (ص ۳۰)

خضرِ مرغانم از آنم سبز پوش
تو کہ تانم کرد آبِ خضر نوش (ص ۵۵)

ایں بداں گفتم کہ تا ہر بے فروغ
کم زند در عشقِ ما لافِ دروغ (ص ۱۳۸)

دیگرے گفتش کہ تا من زندہ ام
عشقِ او را لائقِ دزدیدہ ام (ص ۲۱۸)

زاں کہ تا با جان و با دل ہمبری
مشرکی و ز مشرکاں غافل تری (ص ۲۸۳)

در ایں اندیشہ بودم گاہ و بیگاہ [1] (تنقید شعر العجم ص ۴۰)
کہ تا خود چوں کنند از غیبم آگاہ

زبجدِ ایں کتب خواں سر کتب را
کہ تا گردد وجودت خود مصفّا (ص ۴۴۳)

نظر کردم بس آں گہ سوئے بالا
کہ تا بینم مبارک روئے ہیلا (ص ۴۵۴)

من از فتویٰ جہاں کردم اباد
کہ تا کوتہ شود ایں گفتگو (ص ۴۵۶)

---

[1] یہ چاروں شعر ایسی کتابوں کے ہیں جو حضرت شیخ عطارؒ کی طرف منسوب چلی آتی ہیں مگر درحقیقت ان کی تصنیف نہیں چونکہ ہمارا مقصود "کہ تا" کا عام استعمال دکھانا ہے اس لئے ہم نے یہ اشعار بھی لے لئے ہیں۔

حضرت شاہ حافظ احمد حسین خان احمدؒ

(کلیاتِ احمد مطبوعہ مطبع نظامی بدایوں)

عشق پیدا کن کہ تا بارت دہند
در حریم بارگاہِ دلربا (ص۱۳)

کنند عشاق را زیں عشق فانی
کہ تا ہستی نہ ہمتائے تو باشد (ص۱۱۹)

بدل از خویش رفتم آں چناں از جوش آں بادہ
کہ تا علمم نماندہ از خود و از کفر و از ایماں (ص۱۸۶)

نے بدل صبرے کہ تا گیرد قرار
نے توانائی کہ آرد وصلِ یار (ص۳۱۹)

حضرت مولانا مجد الدین خوافی

من ندانم کہ تا چرا خواجہ
با غمِ مرگ شاد میگذرد (ص۱۶) ﴿خارستان مطبوعہ نولکشور لکھنؤ﴾

مراد خویش تو ایثار نامرادی کن
کہ تا مراد دو عالم میسرت باشد (ص۲۷)

روشن نمی شود زرہِ حکمت کہ تا
چندیں تفاوت از چہ فتادست در تبا (ص۶۳)

ز شہوت قدم برہوا نہ کہ تا
نہی از کرامت قدم در ہوا (ص۹)

بگنجِ فقر نہادند گنج معنی را
کہ تا نیاید رہ سوئے گنج بیگانہ (ص۱۲۲)

در آنجا بہ شحنہ کہ تا مہرِ من
طلب دارد از تو بہ رحم مجاق (ص۱۲۹)

تا شکار و نہاں خونِ کس نیاید ریخت
نتیغ کند آشکار و نہاں را (ص۱۵۶)

مکن ہرگز بجائے بد نکوئی
کہ تا مردم نگو بند یاد وئی (ص۱۵۸)

یہ اشعار لکھوانے کے دوران میں مختلف بحروں کے دو مصرعے جن میں "کہ تا" استعمال کیا گیا ہے وہ بھی لکھوا دیئے ہیں مگر اس وقت ان سے تعلق رکھنے والے مصرعے اور ان کے مصنف کا نام یاد نہیں۔ بناظرین کا ہم پہ قرضہ ہے جو انشاء اللہ آئندہ ادا ہو جائیگا۔ وہ دونوں مصرعے یہ ہیں :-

ع کہ تا روزِ محشر نشوی رستگار

ع قصہ کوتہ کن کہ تا یابی قرار

اُن حوالوں سے جو "کہ تا" کا استعمال دکھانے کے لئے اگست ۱۹۶۱ء کے الفرقان میں پیش کئے جا چکے ہیں اور جو اس قسط میں پیش کئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ الفاظ "کہ تا" کا استعمال اہلِ قادیان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سخنورانِ ایران میں اس کا استعمال قدیم سے چلا آتا ہے۔ ہمارے پیش کئے ہوئے حوالوں میں سب سے پرانا حوالہ یہ شعر ہے ؎

ازاں گفتم ایں بیت ہائے بلند
کہ تا شاہ گیرد ازیں کار پند

یہ شعر سلطان محمود غزنوی نور اللہ مرقدہ کی اس ہجو کا ہے جو فردوسی کی طرف منسوب چلی آتی ہے اور اسی کے نام سے بار بار شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اگست کے الفرقان میں یہ شعر فردوسی ہی کے نام سے درج کیا ہے۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس ہجو میں فردوسی کے اشعار بھی شامل ہیں جو شاہنامہ سے بھی لئے گئے ہیں اور فردوسی کی دوسری تصنیف سے بھی۔ مگر زیادہ تر اشعار الحاقی ہیں جو سلطان محمود غزنوی

رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے آنجناب کے مذہبی و سیاسی مخالفوں نے شامل کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہجو مذکورہ میں جس طرح اور بعض شعر فردوسی کے ہیں یہ شعر بھی فردوسی ہی کا ہو اور قرینہ اور انداز سے پایا بھی یہی جاتا ہے لیکن اگر فردوسی کا نہ بھی ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اور اس سے ہمارے مقصد پر کوئی زد نہیں آتی کیونکہ ہم بلا تخصیص شعراء کے ایران میں "کرتا" کا استعمال دکھانا چاہتے ہیں، کسی خاص شاعر کی تصنیف میں نہیں۔

فردوسی چوتھی صدی ہجری کا شاعر ہے اور ہجو مذکورہ بھی اسی صدی میں تیار کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں "کرتا" یقیناً استعمال کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اس صدی کے اور شعراء اور اس سے پہلے گزری ہوئی صدیوں کے شعراء کا کلام ابھی ہمیں مل نہیں سکا ہے تاہم پورے وثوق سے یقین ہے کہ ان تمام صدیوں میں بھی "کرتا" ضرور استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ جب چوتھی صدی میں اس کا استعمال موجود ہے اور اس کے بعد کی صدیوں میں اس کے استعمال کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے جیسا کہ حکیم انوری رح، مولانا نظامیؒ اور شیخ عطارؒ کے حوالوں سے ظاہر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ چوتھی صدی سے پہلے کی صدیوں میں "کرتا" کا استعمال نہ رہا ہو۔ الفاظ "کرتا" چوتھی صدی ہجری میں تو وضع ہوسکتے نہیں جو ان کا استعمال بھی چوتھی صدی سے سمجھا جائے بلکہ یہ الفاظ تو اسی طرح قدیم سے چلے آتے ہیں جس طرح "تا" اور "کرتا" اور ان دونوں کا استعمال قدیم سے چلا آتا ہے۔ پس "کرتا" کے استعمال کو بھی قدیمی ماننے بغیر چارہ نہیں۔

اور چونکہ فارسی شعراء میں یہ استعمال عام ہو رہا ہے اس لئے اُن کے تتبع اور خاص کر حضرت عارف رومیؒ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے زیر اثر کہ ان حضرات کے ہاں بھی "کرتا" بکثرت موجود ہے۔ ہندوستان کے فارسی و اُردو گو شعراء بھی ابتداء ہی سے اسے استعمال کرتے آئے ہیں اور موجودہ دَور بھی اس کے استعمال سے خالی نہیں جیسا کہ ہم اپنے پہلے پیش کئے ہوئے حوالوں میں دکھا چکے ہیں۔ حضرت عارف رومی کے حوالے تو پہلے بھی پیش کئے جا چکے ہیں اور آئندہ زیادہ پیش کئے جائیں گے اور انہیں کے ساتھ حضرت شیخ سعدیؒ اور دوسرے نامور شعراء حبیب قاآنی وغیرہ کے مزید حوالے بھی پیش کئے جائیں گے انشاء اللہ ؎

"حضرت میر محمد اسحٰق نمبر" کے متعلق ایک خط

مکرمی مولوی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت میر صاحب کا الفرقان نمبر قابل تعریف ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ خاکسار نے جب اپنے اس بزرگ عظیم کے سوانح کا مطالعہ کیا تو میں دنگ رہ گیا۔ سوچتا تھا کہ یہ درخشندہ ستارے کتنے بلند اوصاف کے مالک تھے۔ خدا تعالیٰ ہمیں بھی اِن اوصافِ حمیدہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ خاکسار

ریاض احمد

کوہاٹی بازار۔ راولپنڈی

حاصلِ مُطالعہ

۱۔ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے

ایمل لڈوگ (Emil Ludwig) جس نے ابراہام لنکن کی سوانح عمری مرتب کی ایک مشہور اور مقبول سوانح نگار ہے اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوانح حیات "ابن آدم" (The Son of man) کے نام سے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک بشر رسول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہود پر حضرت مسیح کی موت کا معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ شہر میں بہت سی افواہیں پھیل گئیں۔

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ پیلاطوس نے حضرت مسیح کے جسم کو شاگردوں کے حوالہ کرنے کی بجائے کہیں چھپا دیا۔

۲۔ ایک کہانی یہ ہے کہ کاہنوں نے نعش کو چرا لیا کیونکہ عوام الناس میں حضرت مسیح کے عقیدتمند موجود تھے۔

۳۔ ایک خیال یہ ہے کہ باغبان نے زیارت کے لئے آنے والے انبوہ سے ڈر کر آپ کے جسم کو کہیں چھپا دیا۔ زیادہ آمد و رفت سے قبر والے باغ کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

۴۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کفن چوروں کے گروہ نے نعش کو غائب کر دیا۔

۵۔ پانچواں نظریہ اُن لوگوں کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف تین گھنٹے صلیب پر رہنے سے کسی شخص کی موت واقع نہیں ہو سکتی۔ مسیح ناصری کے شاگردوں نے موت سے مشابہ حالت سے آپ کو نجات دلوا کر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

یہ نظریہ بایں الفاظ درج ہے:۔

"A fifth theory is that of those who say that no one has ever died after only three hours on the Cross; that the Nazorene's disciples have revived Jesus from apparent death, and have got him away into safe hiding. P. 190

یہ آخری نظریہ جو کہ ابتدا سے نصاریٰ میں موجود تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں نئے شواہد کیساتھ پیش کیا ہے۔ یورپ میں یہ نظریہ آہستہ آہستہ مقبول ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن سے یہ امر ظاہر ہے کہ ع

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

۲۔ بحرِ میت کے غاروں سے تورات کے نئے نسخہ کا انکشاف

اُنیسویں صدی کے آخر میں بحیرہ مُردار کے ایک غار سے شاپیرا نام ایک شخص کو نہایت قدیم عبرانی رسم الخط میں تورات کی پانچویں کتاب کا ایک نسخہ ملا۔ اس وقت اس نسخہ کو شاپیرا اور اس کے ساتھیوں کی جعلسازی پر محمول کیا گیا۔ شاپیرا جسے کئی لاکھ روپیہ ملنے کی امید تھی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی۔

بیسویں صدی کے وسط میں بحیرہ مُردار کے غاروں سے بیش بہا عبرانی صحائف برآمد ہوئے۔ اس انکشاف کے پیشِ نظر شاپیرا کے نسخہ تورات پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کیمبرج کے ڈاکٹر جے۔ ایل۔ ٹیشر (J. L. Teicher) نے لنڈن ٹائمز کے لٹریری سپلیمنٹ میں ایک طویل مقالہ میں جس کا عنوان The Genuineness of the Shapira Manuscripts ہے ثابت کیا ہے کہ یہ نسخہ تورات اصلی ہے جعلی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ تورات کے متن سے یہ نسخہ مختلف ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ نسخہ ابتدائی عیسائیوں نے مرتب کیا۔ وہ تورات کے سارے متن کو سند نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس میں انسانی دست برد کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات کے متن میں انہوں نے ضروری ترمیمات کے بعد اسے نئے سرے سے ترتیب دیا۔

اس نظریہ کی تائید میں فاضل مقالہ نگار نے دو ناطق حوالے پیش کئے ہیں۔ انجیل میں حضرت مسیحؑ کے فرمودہ بعض تورات کے حوالے درج ہیں جو کہ موجودہ تورات میں بلفظہ نہیں ملتے لیکن شاپیرا کے نسخہ تورات میں موجود ہیں۔ مثلاً متی ۵/۲۱ کا حوالہ موجودہ تورات کی بجائے نسخہ مذکور میں درج ہے۔

دوسرا حوالہ خطبات کلیمنٹائن کا آپ نے دیا ہے جو کہ دوسری صدی میں مرتب ہوئے۔ آپ کے مضمون کا یہ اقتباس درج ذیل ہے:-

"Theory propounded in the Jewish Christian Clementine Homilies, according to which, sections of the Hebrew Bible are false intrusions into the authentic revelation and only the followers of Jesus, The True Prophet, possess the criterion to distinguish between the true and folse parts of the Bible.

(The Times Literary Supplement 22.3.1957)

"ابتدائی یہودی مسیحیوں کی کتاب خطبات کلیمنٹائن میں یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ عبرانی بائیبل کے بعض حصے حقیقی الہام میں باطل اضافہ اور

اور انسانی دست برد کا نتیجہ ہیں۔ ان الحاقی عبارتوں کو جانچنے کا معیار خدا تعالیٰ کے سچے نبی یسوع کے ماننے والوں ہی کے پاس ہے۔ وہی بائیبل کے درست اور نادرست، صحیح اور غلط متن میں تمیز کر سکتے ہیں۔"

آج سے اٹھارہ سو سال پہلے کا یہ حوالہ جہاں یہ ظاہر کرتا ہے کہ ابتدائی عیسائی حضرت مسیح کو صرف خدا تعالیٰ کا ایک سچا نبی سمجھتے تھے وہاں اس میں بائیبل کے متن کے متعلق بھی اُن کے نظریہ کو وہ انکشاف الفاظ میں پیش کر دیا گیا ہے۔ قرآنی دعویٰ یحرفون الکلمۃ کی صداقت پر یہ ایک بیّن ثبوت ہے۔

(عبد القادر۔ ۱۰۱ چوبرجی پارک لاہور)

۳۔ اسلامی طریق انتخاب اور امن کا قیام

نامداری فرقہ کے گورو جگجیت سنگھ جی نے انتخاب سے متعلق بیان کیا کہ:۔

"پارلیمنٹ اور صوبائی حکومتیں جب بنتی ہیں تو خوب چہل پہل ہوتی ہے۔ لاکھوں روپے پارلیمنٹ کی سیٹوں پر خرچ آجاتے ہیں۔ اور تیس پینتیس ہزار روپیہ اسمبلی کی ایک سیٹ پر خرچ ہو جاتا ہے یہ خرچ کہاں سے پورے کئے جاتے ہیں اور کیوں کئے جاتے ہیں۔ اس میں بڑائی، چوہدر، پردھان ہوتی ہے۔ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وہ کام کرنے پڑتے ہیں جن کے کرنے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے سرخروئی حاصل نہیں ہوتی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان ممبروں کو لوگ خود منتخب کرتے۔ یہ ممبر ووٹروں کے پیچھے نہ پھرتے بلکہ ووٹر ان کے پیچھے پھرتے کہ ہم آپ کو ہی منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھیں کہ کتنا امن قائم ہوتا ہے۔" (ترجمہ از نواں ہندوستان نئی دہلی ۱۲؍اکتوبر ۱۹۶۶ء)

اسلامی طریق انتخاب یہی ہے۔ کاش کہ دنیا اسے اپنا لے۔

(عباد اللہ گیانی)

۴۔ "بائیبل میں بیسویں صدی کے انسانوں کے واسطے کوئی پیغام نہیں"

پادری جے ایل۔ گرے صاحب اپنی کتاب "انبیائے اصغر کے پیغامات" (مترجمہ عبد الحمید خان صاحب بی۔ اے منشی فاضل) میں فرماتے ہیں:۔

"سرسری نگاہ سے مطالعہ کرنے والوں کے نزدیک نبیوں کی تحریریں (نوشتے) بے معنی اور مبہم ہیں۔ اور اسکی کئی ایک وجوہات ہیں۔ ان تحریرات (نوشتوں) کی غیر واضح زبان اور استعاروں کی بھرمار سے پڑھنے والے اکتا جاتے ہیں۔ ان کے طرز بیان اور انداز تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف جن واقعات کا ذکر کر رہا ہے وہ زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اور ان کے بیانات میں بیسویں صدی کے انسانوں کے واسطے کوئی پیغام نہیں۔"

("انبیائے اصغر کے پیغامات" صفحہ ۱ شائع کردہ لٹریچر کمیٹی نیشنل کرسچین کونسل از کھرڑ ضلع انبالہ)

محمد اعظم اکسیر جامعہ احمدیہ ربوہ

رُوح کے بارہ میں اسلام کا نظریّہ

(از جناب مولوی یحییٰ فضلی صاحب مبلغ اسلام جرمنی)

یہ مقالہ ورلڈ بیر یجولسٹ کانفرنس لندن کی دعوت پر اسلام کی نمائندگی کرنے کے لئے لکھا گیا چونکہ اسلام کی نمائندگی مقصود تھی اس لئے خاکسار نے اس مقالہ کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی کتب و تفاسیر اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی بعض تحریرات سے استفادہ کیا بلکہ ان بابرکت الفاظ کو من وعن درج کر دیا تاکہ مضمون غبط نہ ہونے پائے۔ اس لحاظ سے میری حیثیت مقالہ نگار کی بجائے مرتب کی سمجھی جانی چاہیئے لیکن اگر کسی جگہ مضمون واضح نہ ہو سکے تو اُسے میرے ناقص علم کا قصور قرار دیا جائے کیونکہ مضمون کی ترتیب و تدوین میری اپنی ہے ——— (مرتب)

رُوح کے بارہ میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور در اصل اسی سوال کا جواب روح کی زندگی اور اس کی قوتوں کا فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں اور یہ خود بخود پیدا ہوئی اور اپنے آپ زندہ ہے تو پھر یہ مان لینا بھی قرین قیاس ہے کہ اس کے اندر بے پناہ قوتیں ہیں وہ جو چاہے کر سکتی ہے اور جب چاہے بڑے سے بڑا کام انجام دے سکتی ہے لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس کی پیدائش کسی اور ہستی کے حکم سے ہے اور اس کی زندگی اور موت اور عملی قوتوں کا اختیار کسی بالا ہستی کے قبضۂ اقتدار میں ہے تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ روح کی طاقتیں محدود ہیں اور اس کی زندگی و موت کا فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں جواب دیا:-

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ۖ

یعنی اے رسول! لوگ تجھ سے رُوح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں۔ تو اُن سے کہدے کہ روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے" (سورہ اسرائیل آیت ۸۶)

قرآن کریم نے اس جواب سے روح کو ایک مخلوق اور پابند چیز کا درجہ دے دیا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی و عمل کی حدود متعیّن کرنے والی ہستی موجود ہے لہذا سب سے پہلا اختلاف جو اسلام دوسرے نظریات سے رُوح کے بارہ میں رکھتا ہے وہ اس کی پیدائش کا ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ روح کی پیدائش کس طرح ہوئی؟ تو اس کا جواب قرآن کریم نے اس آیت میں بتایا:-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً

فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝

"یعنی ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر اس کو ایک قرارگاہ میں نطفہ کے طور پر رکھا۔ پھر نطفہ کو ترقی دے کر ایسی شکل کر دی کہ وہ چمٹنے والا وجود بن گیا۔ پھر اس چمٹنے والے وجود کو ایک بوٹی بنادیا۔ پھر اس بوٹی کو ہم نے ہڈیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا پھر ان ہڈیوں پر ہم نے گوشت چڑھایا اور پھر اس وجود کو ایک نئی مخلوق کی صورت میں بنا کھڑا کیا۔ پس لوگو دیکھو کہ تمہارا خدا کیسا بابرکت اور کیسا بہترین خالق ہے۔"

(سورۂ مومنون آیات ۱۳ تا ۱۵)

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے انسان کے جسم اور روح کی پیدائش کو نہایت لطیف رنگ میں اس کے مختلف مدارج کی تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اوّلاً ان آیات میں جسم کی پیدائش کو مٹی کے خلاصہ سے لے کر نطفہ اور پھر ڈھیلے ڈھالے لوتھڑے اور پھر پیوست بوٹی اور پھر گوشت پوست کے خول تک درجہ بدرجہ مکمل کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد روح کی پیدائش کو اسی جسم میں سے خَلْقًا اٰخَرَ (یعنی ایک نئی پیدائش) کے الفاظ سے ذکر کرتے ہوئے اور اس کے ساتھ اَنْشَاْنٰہُ (یعنی بنا کھڑا کیا) کا لفظ رکھ کر اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان میں یہ روح ہی ہے جو اسے دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ گویا روح جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور ارفع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔

ہم نے قرآن کریم کی رُو سے اب تک دو باتیں بیان کی ہیں۔ **اوّل** یہ کہ روح کا خالق و مالک خدا تعالیٰ ہے۔ **دوسرے** روح جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے جو اندر ہی سے پیدا ہوتا اور ترقی کرتا اور انسانی جسم کو ایک جلا بخشتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کی زندگی کس قدر ہے۔ کیا وہ جسم کی موت کے ساتھ ہی مرجاتا ہے یا اس جسم کے ختم ہوجانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے؟

رُوح مخلوق ہے اس وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر فنا بھی آنی چاہیئے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ روح واقعی فنا پذیر ہے کیونکہ جو چیز اپنی صفات کو چھوڑتی ہے اس کو فانی کہا جائے گا۔ کیونکہ کوئی دوا اپنی تاثیر بالکل چھوڑ دے تو ہم کہیں گے کہ دوا مر گئی ہے ایسا ہی روح میں یہ امر ثابت ہے کہ بعض حالات میں وہ اپنی صفات چھوڑ دیتی ہے بلکہ اس پر جسم سے بھی زیادہ تغیرات وارد ہوتے ہیں۔ انہی تغیرات کے وقت جبکہ رُوح اپنی صفات سے دُور ہٹ جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ رُوح مر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے صرف ان انسانی روحوں کو جسم سے الگ ہونے کے بعد زندہ قرار دیا ہے جن میں وہ صفات موجود تھیں جو کہ اصل غرض و غایت ہے یعنی خدا تعالیٰ کی کامل محبت اور اس کی کامل اطاعت جو انسانی رُوح کی جان ہے۔ جب کوئی رُوح خدا تعالیٰ کی محبت سے پُر ہو کر

اور اس کی راہ میں قربان ہو کر دنیا سے جاتی ہے تو اسی کو زندہ روح کہا جاتا ہے باقی سب مُردہ روحیں ہیں۔ روح کا اپنی صفات سے الگ ہونا اس کی موت ہے۔ چنانچہ خواب کی دنیا میں یہی ہے۔ جسم انسانی خواب کی حالت میں گویا مرا ہُوا ہوتا ہے اس کے ساتھ روح بھی مرجاتی ہے یعنی اپنی وہ صفات جو بیداری کی حالت میں تھیں انہیں چھوڑ دیتی ہے اسی کا نام موت ہے ورنہ یوں تو انسانی جسم مرنے کے بعد بھی بالکل فنا نہیں ہو جاتا صرف زندگی کی صفات کا تعطل اُسے موت کا نام دیتا ہے اسی طرح روح کی موت سے مراد صفات کا معطل ہونا ہی ہے۔

قرآن کریم رُوح کا کوئی ذاتی اختیار تسلیم نہیں کرتا۔ رُوحیں خدا تعالیٰ کے اذن سے پیدا ہوتی اور اسی کے حکم سے فنا ہوتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا
وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا
فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ
وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (سورۃ الزمر)

یعنی خدا تعالیٰ جانوں کو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے یعنی وہ جانیں بے خود ہو کر الٰہی تصرف اور قبضہ میں اپنی موت کے وقت آ جاتی ہیں اور زندگی کی خود اختیاری اور خود شناسی اُن سے جاتی رہتی ہے اور موت اُن پر وارد ہو جاتی ہے۔ یعنی بکلّی وہ روحیں نیست کی طرح ہو جاتی ہیں اور صفاتِ حیات زائل ہو جاتی ہیں۔ اور ایسی روح جو دراصل مرتی نہیں مگر مرنے کے مشابہ ہوتی ہے وہ رُوح کی وہ حالت ہے کہ جب انسان سوتا ہے تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے اور ایسی حالت میں بھی روح خدا تعالیٰ کے قبضہ اور تصرف میں آ جاتی ہے اور ایسا تغیر اس پر وارد ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی اس کی دنیوی شعور اور ادراک کی حالت اسکے اندر باقی نہیں رہتی۔ غرض موت اور خواب دونوں حالتوں میں خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہو جاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خود اختیاری اور خودشناسی ہے بکلّی جاتی رہتی ہے۔ پھر خدا ایسی روح کو جس پر درحقیقت موت وارد کر دی ہے واپس جانے سے روک رکھتا ہے اور وہ روح جس پر اس نے درحقیقت موت وارد نہیں کی پھر ایک مقررہ وقت تک دنیا کی طرف واپس کر دیتا ہے۔ اس ہمارے کاروبار میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر اور سوچ کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جیسی جسم پر موت وارد ہوتی ہے ایسی ہی روحوں پر بھی آتی ہے۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ابرار اور اخیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں۔ کوئی تین دن کے بعد اور کوئی ہفتہ کے بعد اور کوئی چالیس دن کے بعد، اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسائش اور لذّت کی ان کو ملتی ہے۔ یہی حیات ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق و صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور نفسانی تاریکیوں سے باہر آنے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہیں گویا مر ہی جاتے ہیں۔ غرض جیسا کہ آیۃ موصوفہ بالا بیان فرما رہی ہے رُوح کو بھی موت ہے جیسا کہ جسم کو۔ اگرچہ اس عالم کی نہایت مخفی کیفیتیں اس دنیا میں ظاہر نہیں

ہوتی ہیں لیکن بلاشبہ عالم رؤیا یعنی خواب کا عالم اُس عالم کیلئے ایک نمونہ ہے اور جو موت اس عالم میں رُوح پر وارد ہوتی ہے اس موت کا نمونہ عالم خواب میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ معاً آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی روح کی تمام صفات اُلٹ پلٹ ہوجاتی ہیں اور اس بیداری کا تمام سلسلہ فراموش ہوجاتا ہے اور تمام روحانی صفات اور تمام علوم جو ہماری روح میں تھے کالعدم ہوجاتے ہیں اور حالتِ خواب میں وہ نظارے روح کے ہمارے پیشِ نظر آجاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ ہماری روح کچھ اور ہی ہے اور تمام صفات اس کے جو بیداری میں تھے کھوئے گئے ہیں اور یہ ایک ایسی حالت ہے جو موت کے مشابہ بلکہ ایک قسم کی موت ہے اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ موت جو جسم کی موت کے ساتھ روح پر وارد ہوتی ہے وہ ایسی موت کے ساتھ مشابہ ہے جو نیند کی حالت میں روح پر وارد ہوتی ہے مگر وہ موت اس موت کی نسبت بہت بھاری ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ یعنی ہر ایک چیز معرضِ ہلاکت میں ہے اور مرنے والی ہے بجز خدا کی ذات کے کہ وہ موت سے پاک ہے۔ اور اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یعنی ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا۔ پس جیسا کہ خدا نے اس آیت میں کہ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہے۔ لفظ کُل کے ساتھ جو احاطہ تامہ کے لئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے سوا ہے مخلوق میں داخل کر دیا۔ ایسا ہی اس لفظ کُل کے ساتھ اس آیت میں جو كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ہے اور نیز اس آیت میں کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہے ہر ایک چیز کے لئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی۔ پس جیسا کہ جسمی تراکیب میں انحلال ہوکر جسم پر موت آتی ہے ایسا ہی روحانی صفات میں تغیرات پیدا ہوکر رُوح پر موت آجاتی ہے لیکن جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہوکر مرتے ہیں وہ بباعث اس اتصال کے جو اُن کو حضرتِ عزت سے ہوجاتا ہے دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں اور ان کی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل ہوتی ہے ——— اور پلید رُوحوں میں بھی عذاب دینے کے لئے ایک حِسّ پیدا کی جاتی ہے مگر وہ نہ مُردوں میں داخل ہوتے ہیں نہ زندوں میں جیسا کہ ایک شخص جب سخت درد میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ بدحواسی کی زندگی اس کے لئے موت کے برابر ہوتی ہے اور زمین و آسمان اس کی نظر میں تاریک دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں کے بارہ میں خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝

یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہوکر آئے گا اس کے لئے جہنم ہے وہ اس جہنم میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔"

اور خود انسان جب کہ اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی روح پر بیداری اور خواب میں تغیرات آتے رہتے ہیں تو بالضرور اس کو ماننا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح رُوح بھی تغیر پذیر ہے اور موت صرف تغیر اور سلبِ صفات کا نام ہے ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی کیا تم اپنی جانوں

میں غور نہیں کرتے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح میں بڑے بڑے عجیب و غریب خواص اور تغیرات رکھے گئے ہیں کہ وہ اجسام میں نہیں اور روحوں پر غور کر کے جلد تر انسان اپنے رب کی شناخت کرتے ہیں۔ جس قدر تغیرات اجسام پر آتے ہیں انسان زیادہ تر اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا کیونکہ جسمانی چیزیں جلد تر عادت میں داخل ہو جاتی ہیں لیکن رُوح کے تغیرات خاص کر مجاہدات کے وقت میں اور عالمِ کشف کی حالت میں ایسی عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالیٰ کا چہرہ دکھا دیتی ہیں اور معرفت کی منازل طے کرنے والے ہر ایک اپنے مرتبہ میں ترقی کرنے وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پہلی حالت روح کی گویا ایک موت تھی اور جو دوسری حالت میں روح کو علم اور ادراک کا حصہ نصیب ہوا۔ تو وہ پہلی حالت میں ہرگز نہ تھا بلکہ ظاہری علوم کی تحصیل کرنے والے بھی اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ روح بچپن کی حالت میں کس نیند میں غرق تھی اور جب ان کو بہت علوم سے حصہ ملا تو کیسی نئی روشنی اس کے اندر آ گئی ـــــــ ایک حدیث میں ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو شناخت کر لیا اس نے اپنے رب کو شناخت کر لیا ـــــــ پھر ایک جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی مَیں نے روحوں کو پوچھا کہ کیا مَیں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں ؟ تو تمام روحوں نے یہی جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روحوں کی فطرت میں بھی نقش اور مرکوز ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں اور پھر بعض انسان غفلت کی تاریکی میں پڑ کر اور پلید تعلیموں سے متاثر ہو کر کوئی دہریہ بن جاتا ہے اور کوئی آریہ اور اپنی فطرت کے مخالف اپنے پیدا کنندہ سے انکار کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے باپ اور ماں کی محبت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض بچے ماں کے مرنے کے بعد مر جاتے ہیں۔ پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت میں چھڑک دیا ہے اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردہ غفلت دُور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھنچا جاتا ہے اور محبتِ الٰہی کا دریا اس کے صحنِ سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبتِ الٰہی میں دیوانہ بنا دیتا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کُنجی ہے۔

اسلام کی تعلیم کے مطابق روح دراصل جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور ارفع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے اور آریہ سماج کی طرح یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ روح ایک بیرونی چیز ہے جو باہر سے آ کر انسانی جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ پس جب رُوح انسانی جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ حصہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا تعلق جسم کے ساتھ جو اس کیلئے بطور بیج یا باپ کے ہے کبھی بھی کامل طور پر منقطع نہیں ہو سکتا اور کسی نہ کسی

صورت میں ضرور قائم رہتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے مرنے اور رُوح کے پرواز کر جانے اور اس کے جسم کے بظاہر کلی طور پر فنا ہو جانے کے بعد بھی اس کے جسم کا ایک نہ نظر آنے والا حصہ جسے گویا ایٹم یا مالی کیول کہہ سکتے ہیں محفوظ رہتا ہے اور اس حدیث میں اس حصہ کو عجب الذنب یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اسفل ترین حصہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے مرنے والوں کی قبروں کے ساتھ ان کی روحوں کا کسی نہ کسی رنگ میں رابطہ تسلیم شدہ ہے اور اکثر اولیاء اور صلحاء کا تجربہ ہے کہ جب وہ کسی فوت شدہ بزرگ کی قبر پر جا کر توجہ سے دعا کرتے ہیں تو بعض اوقات کشفی حالت میں صاحب قبر کی رُوح کے ساتھ اُن کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کشف اور خواب بالکل جداگانہ چیزیں ہیں کیونکہ خواب نیند کی حالت میں آتی ہے اور کشف بیداری کی حالت میں ہوتا ہے جبکہ کشف دیکھنے والے کی آنکھوں پر سے مادی پردے اُٹھا کر اُسے کوئی غیبی نظارہ دکھایا جاتا ہے اور یہ نظارہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے مادی آنکھوں کے سامنے کوئی سینما کی تصویر پھر جاتی ہے۔

اس جگہ یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ اسلامی محاورہ میں قبر سے ہمیشہ مٹی کے ڈھیر والی معروف قبر ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ اس سے وہ مقام مراد ہوتا ہے کہ جہاں مرنے کے بعد اور حشر و نشر سے پہلے انسانی روح رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (سورہ عبس آیت ۲۲)

"یعنی خدا تعالیٰ ہر انسان پر موت وارد کرتا ہے اور پھر اُسے اس کی قبر میں رکھتا ہے۔"

اب ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر انسان کو یہ مٹی کے ڈھیر والی قبر میسر نہیں آتی کیونکہ کروڑوں انسانوں کے مُردے جلائے جاتے ہیں اور دفن نہیں ہوتے۔ لاکھوں انسان ڈوب کر مرتے ہیں۔ ہزاروں انسانوں کو جنگل کے درندے کھا کر ختم کر دیتے ہیں تو پھر ہر انسان کے متعلق یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اُسے خدا قبر میں رکھتا ہے؟ یقیناً یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ حدیث میں صراحت آتی ہے:۔

قبر سے مراد وہ قیام گاہ لی جائے جہاں
مرنے کے بعد اور کامل حساب کتاب سے
پہلے انسان کی روح رکھی جاتی ہے۔

چنانچہ انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب النار سے ممتاز کر کے عذاب قبر کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے جس سے ناواقف یا ظاہر پرست لوگوں نے بظاہری قبر مراد لی ہے۔ حالانکہ یہ وہی مقام ہے جسے دوسری اصطلاح میں قرآن مجید نے برزخ کا نام دیا ہے جو حشر و نشر سے پہلے ایک درمیانی زمانہ کا مقام ہے۔ مرنے والی روحوں کا تعلق دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں اسی وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ وہ قبر یعنی برزخ کے زمانہ میں مقیم ہے۔ اس کے بعد یہ تعلق ختم ہو کر کامل طور پر اخروی زندگی شروع ہو جائے گی۔

اس سوال کا جواب کہ آیا وفات یافتہ ارواح سے ملاقات ہو سکتی ہے قرآن مجید میں دیا گیا ہے فرمایا:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ
الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا
اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۶)

یعنی "اے رسول! لوگ تجھ سے روحوں
کے متعلق پوچھتے ہیں (کہ ان کا معاملہ کس
طرح پر ہے) تو اُن سے کہہ دے کہ رُوح
کا معاملہ خدا کے حکم پر موقوف ہے۔
مگر اے لوگو! تمہیں اس کے بارے میں
بہت کم علم دیا گیا ہے یعنی تمہاری معلومات
کا اکثر حصہ محض تخیل اور قیاس آرائی
یا نظر کے دھوکے پر مبنی ہے اور صحیح
معلومات بہت کم ہیں۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ روحوں کے ساتھ ملاقات تو ممکن ہے مگر یہ نہیں کہ جس نے چاہا اور جب چاہا کسی مرنے والے کی روح کو بلا کر اس کے ساتھ بات چیت کر لی۔ یہ نظریہ قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف ہے جو اِس دُنیا اور اُس دُنیا کے درمیان ایک برزخ یعنی روک اور اوٹ کا قائل ہے اور صراحت سے ساتھ فرماتا ہے کہ روحوں کے ساتھ زندوں کا رابطہ صرف اذنِ الٰہی سے ممکن ہے اس کے بغیر ہرگز نہیں۔ دنیا بھر کے انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسے واقعات سے معمور ہے کہ دُعا اور توجہ کرنے پر اذنِ الٰہی سے ملاقات ہو گئی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اُحد کے میدان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی عبد اللہؓ شہید ہو گئے تو ایک کشفی انکشاف کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے نوجوان مخلص لڑکے جابرؓ سے از راہِ دلداری فرمایا کہ تمہارے والد شہید ہو کر خدا کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی قربانی سے خوش ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔ جابرؓ کے والد عبد اللہؓ نے عرض کیا خدایا! تیری کسی نعمت کی کمی نہیں مگر یہ تڑپ ضرور ہے کہ پھر زندہ ہو کر جاؤں اور پھر تیرے رستہ میں جان دوں۔ اِس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا مگر ہم ایک ازلی ابدی عہد کر چکے ہیں جو قرآن کے الفاظ میں یہ ہے کہ اِنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ یعنی مرنے والے اِس دنیا میں دوبارہ نہیں آ سکتے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر میں قتل ہونے والے کفار کی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ کو عالم کشف میں ان کی روحیں دکھائی گئیں جنہیں دیکھ کر آپ نے جوش کے ساتھ فرمایا کہ "ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ پورا ہوتے دیکھ لیا۔ کیا تم نے بھی خدا کا وعدہ پورا ہوتے دیکھا؟" (بخاری کتاب المغازی)

اسی طرح سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی علیہ السلام اپنے ایک مشہور عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں کہ ؎

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ جَمَالَہٗ
بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ
وَرَاَیْتُ فِیْ رَیْعَانِ عُمْرِیْ وَجْھَہٗ
ثُمَّ النَّبِیْ بِیَقْظَتِیْ لَاقَانِیْ

یعنی "خدا کی قسم میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو اپنے اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ مکان کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے بالکل آغاز جوانی میں آپؐ کا رُخِ مبارک دیکھا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عین بیداری کی حالت میں مجھے مکرّر ملاقات کا شرف بخشا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "میری بارہا کشفی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی ہے اور انہوں نے ایک ہی دستر خوان پر میرے ساتھ کھانا کھایا۔" (نور الحق حصہ اوّل)

اسی قسم کے ہزاروں واقعات اسلام کی تاریخ بلکہ قبل از اسلام کے زمانہ میں روحانی لوگوں کے حالاتِ زندگی میں ملتے ہیں مگر آجا کے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سب کشفی نظارے ہیں جن میں خدا کے اذن سے نہ کہ از خود مرنے والوں کی روحوں سے زندہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

ابتدائے مقالہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ صرف وہ روح اس جسم کے مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے جس کا اپنے خداوند تعالیٰ سے پیوند ہوتا ہے اور جو اسی کی محبت اور کامل اطاعت کے ساتھ اس کی راہ میں قربان ہو جاتی ہے صرف وہ روح زندہ ہے اور باقی تمام مُردہ مُردہ ارواح کی نئی زندگی اور پھر نشوونما اور ارتقاء کیلئے اگلے جہان میں جہنم مقرر ہے۔ اسی لئے اسلام نے جہنم کو بطور علاج گاہ بیان فرمایا ہے اسی لئے وہ زمانی طور پر محدود ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ایک شعر میں اسلام کی حقیقت بیان فرمائی ہے ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

اسلام اپنے ماننے والوں کو اس معراج پر لے جانا چاہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جب انسان کسی سے محبت رکھتا ہے تو اس لئے کہ خدا تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اس لئے کہ خدا تعالیٰ اس سے نفرت کرتا ہے۔ اس مرتبہ پر پہنچ کر انسان اپنے رب میں محو ہو جاتا ہے اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا اور چلنا پھرنا ہر بات اپنے رب کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔ جیسے کہ فرمایا:-

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ
مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

یعنی میری نماز اور میری قربانی وصدقات
اور زندگی اور موت ہر چیز اپنے اس رب
کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

یہ جذبات جب کسی دل میں پیدا ہو جائیں اور وہ اپنا تن من دھن اپنے خالق و مالک کے سپرد کر دے تو اس کی رُوح کو ایک جلا ملتا ہے، ایک نور عطا ہوتا ہے اور ایک بلندی اور رفعت دی جاتی ہے۔ اسی کا نام اسلام روحانیت رکھتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر رُوح میں ہمیشہ کی زندگی کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور ایسا وجود نافع للنّاس بن جاتا ہے۔ اگر دنیا اسلام کے اس اصول کو سمجھ لے اور اس پر عمل کرے تو دنیا میں دائمی امن وامان اور شانتی وسکون پیدا ہو سکتا ہے اور یہی اسلام کا پیش کردہ حل ہے جو دنیا کو موجودہ حالت میں ہمیشہ کے امن وسکون کا پیغام دیتا ہے۔

دو نادر تحفے

۱۔ حیاتِ طیبہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکمل سوانح زندگی۔ مرتبہ شیخ عبد القادر صاحب فاضل۔ قیمت سات روپے۔

۲۔ الفرقان کا حضرت میر محمد اسحٰق نمبر۔ یہ نہایت ہی نادر چیز ہے۔ پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ۲۴۰ صفحات قیمت عیر۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ الفرقان ربوہ

پاک و ہند کے قدیم پیغمبر

(۳)

(از جناب مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی الکاشمیری)

کشمیر میں خدا کا مامور

کشمیر کی قدیم تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں بھی وقتاً فوقتاً خدا کے نبی اور مامور آتے رہے ہیں جنہوں نے لوگوں کو توحید و ہدایت کی طرف بُلایا۔ چنانچہ راجہ سندر سین (عہد حکومت ۲۰۰۰ سنہ قبل مسیح تا ۲۰۴۲ سنہ قبل مسیح) کے زمانہ میں بیکہ ملک میں سخت بدکاری اور گمراہی اور شرک کا دَور دَورہ تھا اللہ تعالیٰ نے کشمیریوں میں سے قوم کمہار سے اپنا ایک مصلح و مامور مبعوث فرمایا جس نے ان کو بدکاریوں سے باز رہنے کی ہدایت کی جب وہ نہ مانے تو بالآخر جھیل وُلر میں غرق ہو گئے۔ چنانچہ جناب محمد الدین صاحب فوق اپنی کتاب "مکمل تاریخ کشمیر" میں لکھتے ہیں:۔

"جب ان کے فسق و فجور کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو مصلح حقیقی نے اس قوم کی ہدایت کے لئے اسی شہر سندمت نگر کے ایک شخص نند گپت نام کو مامور کیا۔ یہ شخص قوم کا کمہار ایک رذیل اور ادنیٰ آدمی تھا۔ اگرچہ ہمیشہ عبادت اور ریاضت الٰہی میں مصروف رہتا تھا لیکن اس کا وطیرہ چونکہ تمام دنیا سے برخلاف تھا لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ کچھ عرصہ بعد الہام الٰہی کے مطابق اس نے پند و نصائح کا وعظ شروع کر دیا۔ لیکن اس کی گمراہ قوم اُلٹا اُسی پر تبرّے گھڑتی، ہنسی اُڑاتی اور دق کرتی جو چاہتی۔ جب پند و نصائح کارگر نہ ہو سکے تو نند گپت بالکل مایوس ہو گیا آخر کار ایک دن بشارت غیبی کے بموجب شہر سے نکل کر پاس پہاڑی پر جو آجکل کراله سنگر کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھا جب آدھی رات کا وقت ہوا اور زمین گہوارے کی طرح ہلنے لگی تو ایسا سخت بھونچال آیا کہ زمین و آسمان ہل گئے۔ عین سندمت نگر کے وسط میں زمین پھٹ گئی۔ ایک دم پانی کی نہریں جاری ہو گئیں۔ گاؤں کے گاؤں منہدم ہو گئے۔ اسی زلزلے سے بارہ مولا کے پاس مقام کھادنیار کے موقعہ پر پہاڑ کا ایک ٹکڑا گرا جس سے دریائے بہت (جہلم) کی روانی مسدود ہو گئی۔ تمام کامراج میں عالم آب دکھائی دینے لگا۔ سندمت نگر اور اس کے باشندے ایک دم میں فنا ہو گئے۔ واضح ہو کہ سندمت نگر اس مقام پر آباد تھا جہاں آجکل کشمیر کی مشہور

جھیل وُلر بحیرہ قلزم کا سماں دکھاتی ہے۔ جب موسم سرما میں پانی کم ہوجاتا ہے تو بعض مقاموں پر اب بھی اس میں پرانی تعمیروں کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس واقعہ نے فرقہ پانڈوں کی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل کر دیا۔"

(مکمل تاریخ کشمیر جلد ۱ صفحہ ۶۹-۷۰)

کشمیر میں مقبرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کشمیر کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ علاقہ بانڈی پورہ میں ہے۔ چنانچہ کشمیر کی ایک تاریخ "تاریخ واقعاتِ کشمیر" کے نام سے مشہور ہے جو فارسی زبان میں ۱۱۴۸ھ یعنی آج سے قریب تین سو سال پہلے لکھی گئی ہے اس میں سنگ بی بی زاہدہ ایک خدا رسیدہ خاتون کے مقبرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقبرہ سنگ بی بی زاہدہ کے مقبرہ کے متصل مشہور ہے۔" (ترجمہ از تاریخ واقعاتِ کشمیر فارسی از خواجہ محمد اعظم صفحہ ۲۴)

واضح ہو کہ بعض دیگر مغربی اور مشرقی مؤرخین نے کشمیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا ذکر کیا ہے چنانچہ ایک مغربی خاتون مسز ہاروے اپنی کتاب "سیاحتِ کشمیر" میں لکھتی ہیں:-

"ایک فارسی تاریخ کے مطابق جس کا مصنف بدیع الدین ایرانی مؤرخ ہے حضرت موسیٰ پیغمبر نے اہلِ کشمیر کو توحید پر قائم کیا تھا مگر اس کے بعد وہ ایک خدا کی پرستش چھوڑ کر بت پرستی کی طرف مائل ہوگئے اس واسطے ایک خوفناک طوفانِ آب نے ان کو غرق کر دیا مگر موسیٰ نبی کی قبر اب تک کشمیر میں موجود ہے۔"

(سیاحتِ کشمیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ لنڈن ۱۸۵۴ء بحوالہ الفضل ۲۵/۲۶ فروری ۱۹۵۹ء)

مصنف "حشمتِ کشمیر" بھی ایسا ہی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کشمیر آگئے تھے اور لوگ آپ پر ایمان لائے۔ آپ کے بعد بھی وہ ایمان دار رہے اور بعض ایماندار نہیں رہے۔ وہ یہیں وفات پاگئے اور دفن بھی یہیں ہوئے۔ باشندگانِ کشمیر آپ کی قبر کو "پیغمبر اہلِ کتاب کی زیارت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

("تاریخ حشمتِ کشمیر" از عبد القادر بن قاضی القضاۃ واصل علی خان صفحہ مسودہ نمبر ۱۹۲۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی۔ بحوالہ الفضل مذکور)

کشمیر میں قبرِ موسیٰؑ کی حقیقت

واضح ہو کہ بائیبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق لکھا ہے:- "خداوند کے بندہ موسیٰ نے "موآب" کے ملک میں وفات پائی ..... پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔"

(استثنا باب ۳۴)

شام کے ملک "موآب" میں تو بائیبل کے حوالہ بالا کے مطابق موسیٰ کی قبر آج تک کسی آدمی کو معلوم نہیں اور ادھر حضرت موسیٰ کی قبر کشمیر کے علاقہ بانڈی پورہ میں ملتی ہے۔ سو معلوم کرنا چاہیے کہ کشمیر میں قبرِ موسیٰ علیہ السلام کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ اس موضوع پر ہمارے ایک ریسرچ سکالر مکرمی شیخ عبد القادر صاحب نے

۲۵/۲۶ فروری سنہ ۱۹۵۹ء کے روزنامہ الجمعیت میں ایک محققانہ مضمون شائع کرایا تھا - ان کی تحقیق (شکراللہ سعیہٗ) کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہ بات قرین قیاس ہے کہ جب علاقہ شام پر آشوریوں کے حملے ہوئے اور ان حملوں میں بنی اسرائیل منتشر ہوئے اور پھر بھاگ کر کشمیر پہنچے تو انہوں نے حضرت موسےٰ کی قبر سے جو "موآب" میں تھی ان کی ہڈیاں نکال لی ہوں اور انہیں اپنے ساتھ کشمیر میں لاکر یہیں دفن کر دیا ہو اور یہی مقام مقبرہ موسیٰ علیہ السلام کے نام سے مشہور رہا ہو جیسے بنی اسرائیل مصر سے نکلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نکال لائے تھے۔ اور انہیں ارض کنعان میں لاکر دفن کر دیا تھا (دیکھو بائبل خروج ۱۳/۱۹) کیونکہ آشوری حملہ آور مخالفوں کی قبروں تک کو اکھیڑ دیتے اور قوم کے بزرگوں، بادشاہوں، نبیوں اور سرداروں کی ہڈیوں کو زمین پر بکھیر دیتے تھے۔ اس طرح وہ مفتوح قوم کے مورال پر ضرب شدید لگاتے (یرمیاہ ۸/۳) اسلئے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو والہانہ محبت تھی اس کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے نبی کی قبر کو کسی طور سے بچا لیتے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ پس وہ مقبرہ موسیٰؑ سے وہ ہڈیاں جو انہیں دستیاب ہوئیں اپنے ہمراہ کشمیر لائے اور وہاں مقبرہ موسیٰؑ کو اس غرض سے بے نشان کر دیا ہو کہ دشمن اس کی بے حرمتی نہ کر سکیں اور پھر ان کو احترام کے ساتھ ہمراہ لاکر کشمیر میں کوہ نیبو کے پاس دفن کر دیا جو اب تک مقبرہ موسیٰؑ کے نام سے موسوم ہے پس ابتدائی قبر تو وہی ہے جو بیت المقدس کے قرب و جوار میں ہے جیسا حدیث ابوہریرہؓ میں ہے کہ حضرت موسیٰ کی قبر بیت المقدس کے حوالی میں ہے (دیکھو مشکوٰۃ ص۵۰۸)

مگر اس وقت یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مبارک ہڈیاں مدفون ہیں وہ کشمیر کی مقدس سرزمین ہے۔ اس کی تائید میں تاریخ و جغرافیہ کی دو شہادتیں بھی موجود ہیں۔ تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ چوتھی صدی عیسوی میں ایک بہت بڑے عیسائی عالم جان کرائیسوسٹم یعنی خوشبیان جان گزرے ہیں وہ تفسیر نامہ عبرانیوں میں لکھتے ہیں کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ہڈیاں مشرق کی ایک دور دراز زمین میں دفن ہیں (عبرانیوں باب ۳ خطبہ نمبر ۲۶) ظاہر ہے کہ ان کا اشارہ کشمیر کی طرف ہے۔ دوسری شہادت یہ ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ حضرت موسےٰ نبو پہاڑ کے دامن میں دفن ہیں۔ کشمیر میں قبر موسیٰؑ بھی کوہ نبو (جسے نبو بال بھی کہتے ہیں) کے دامن میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰؑ کی ہڈیاں دفن کیں تو انہوں نے اس پہاڑ کا جس کے دامن میں انہیں دفن کیا۔ اس کا نام بھی وہی رکھا جو سرزمین موآب میں مقام مدفن موسیٰ کے کوہستان کا ہے۔ یہ شہادت مزید قرینہ اس بات پر ہے کہ یہاں حضرت موسیٰؑ کی ہڈیاں ہی دفن ہیں۔ اگر کوئی اور شخص یہاں دفن ہوتا تو پہاڑ کا نام نبو رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟" (انتہی ملخصہٗ)

بہائیت کے متعلق پانچ مقالے

اس کتاب میں بہائی ازم کی تاریخ، ان کے عقائد اور ان کی شریعت کا اسلامی شریعت سے موازنہ وغیرہ اہم مضامین پر سیر حاصل بحث ہے۔ آپ بھی اس کتاب کو پڑھ کر اس تحریک کے متعلق صحیح معلومات حاصل فرمائیں۔ قیمت سوا دو روپے علاوہ محصولڈاک

پتہ:۔ مکتبہ الفرقان - ربوہ

امانت کا اسلامی تصوّر

(جناب پروفیسر مولوی غلام باری صاحب سیف)

انسان اس کائنات میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اس کی تخلیق عبث نہیں بلکہ مقصد کی خاطر ہے۔ وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت کیا ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو عطا نہیں ہوا۔ اور یہ جوہر ہے "امانت" قرآن مجید میں یہ لفظ چھ جگہ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ بقرہ میں تو عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا:۔

فان امن بعضکم بعضًا فلیؤدّ الذی
اؤتمن امانتہٗ ولیتق اللہ
ربّہٗ۔ (بقرہ ع ۳۹)

کہ اگر تم میں سے کسی شخص کو امین جانتے ہوئے اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو امین کو چاہیئے کہ عند الطلب وہ امانت ادا کردے اور اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے۔

یہاں لفظ امانت عام معنوں میں ہے یعنی یہ کہ ہر وہ چیز جو کسی کے پاس رکھی جائے۔ اس آیت کے بعد سورۃ نساء میں فرمایا:۔

اِنّ اللہ یأمرکم اَنْ تؤدّوا
الامٰنٰتِ الیٰ اھلھا و اِذا
حکمتم بین النّاس اَنْ تحکموا
بالعدل۔ (ع)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت اس کے اہل کے سپرد کرو اور حاکم بھی یاد رکھیں کہ جب انہیں ان کے ووٹر رائے دہندگان منتخب کرلیں تو حکومت اُن کے پاس ایک امانت ہے اسلئے وہ خیال رکھیں کہ اُن کے انصاف کے ترازو کا پلڑا کسی طرف کو جھکنے نہ پائے۔ یہاں امانت رائے اور حکومت کے معنوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے داغ ضمیر دیانت دارانہ رائے اور صحیح فطرت عطا کی ہے۔ یہ خدا کی امانت ہے اس کا فرض ہے کہ اس میں کسی مرحلہ اور کسی قیمت پر خیانت نہ کرے۔ وہ کسی قیمت پر اپنی دیانت دارانہ رائے کو نہ بیچے ورنہ یاد رکھے وہ امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا۔ اِن معنوں کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

اِنّ الامانۃ نزلت فی جذرِ
قلوب الرّجال۔ (مسلم باب رفع الامانۃ)

کہ امانت کو خدا نے انسانوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل کیا ہے یعنی انسان کے ضمیر میں امانت کو رکھا۔ اسی طرح حاکم کے سپرد لوگوں نے جو حکومت کی ہے وہ اُس کے پاس امانت ہے۔ نہ کسی کی دوستی اور نہ کسی سے دشمنی اس کے انصاف میں فرق ڈال سکے۔ یہ وہ حکومتِ انصاف ہے جس کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ زمین و آسمان اس سے قائم ہیں۔ اس کے یہ معنے بھی لئے جاسکتے ہیں کہ حکومت کے نظام کا دارومدار

انصاف یہ ہے۔ جب تک مسلمان عادل تھے ترازوئے حکومت اُن کے ہاتھ میں تھا اور جب اُن کے انصاف کے پلڑے جھکنے شروع ہوئے خدا تعالیٰ نے اُن سے ترازو چھین کر دوسروں کو دیدیا۔ اِن معنوں کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاری کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

یا ابا ذرٍّ انّك ضعيفٌ و انّها امانةٌ و انّها يوم القيامة خزيٌ وندامةٌ الّا من اخذها بحقّها و ادّى الّذى عليه۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ)

اے ابوذر تو کمزور ہے اور یہ عہدہ امانت ہے اور یہ عہدہ قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی ہوگا سوائے اُس شخص کے کہ جس نے اس کو صحیح طور پر استعمال کیا اور اس عہدہ کی وجہ سے اس کے ذمہ جو فرائض تھے ان کو ادا کیا۔

حق یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے مقابلہ میں یقیناً انسان ضعیف ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر انسان جو بیت المال کے ایک اونٹ کی خاطر دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں سرگرداں تھے، جو راتوں کو اُٹھ کر رعایا کے حالات کو گلی کوچوں میں پھر کر پتہ کرتے، وہ بھی وفات کے وقت کہتے ہیں اللّٰھم لالی ولا علی۔ اے اللہ! ہو سکتا ہے میرے کمزور کندھے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے وقت تھرا گئے ہوں، تو میری یہ درخواست ہے کہ مجھ سے درگذر ہی فرمائیو!

پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ایک دفعہ ساری رات مصلے پر بیٹھے روتے رہے۔ بیوی کا نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ مجھے خیال آیا کہ قیامت کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس اُمّت کے متعلق مجھ سے دریافت فرمائیں گے تو کیا جواب دونگا۔

سورۃ انفال میں امانت کا ذکر اِس طور پر آیا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ۔ (ع ۳)

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت مت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

اِس آیت سے قبل یہ ذکر ہو رہا ہے کہ دیکھو اللہ نے کس طرح روشن نشانوں سے تمہاری مدد کی۔ تم کمزور تھے لیکن اللہ کی نصرت نے تمہیں طاقتور بنا دیا۔ پس اللہ اور رسولؐ سے خیانت یہ ہے کہ انسان اُن سے غداری کرے، خدا کے حکموں سے مُنہ موڑے اور رسول کی آواز پر لبیک کی دیوانہ وار صدا بلند نہ کرے اور خدا نے جو روحوں کی پیدائش کے وقت یہ عہد لیا تھا الست بربکم اس میں خیانت نہ کرے۔ خدا نے بندے سے عہد لیا ہے کہ اس کی آواز پر کان دھرے، یہ خدا کی امانت ہے۔ اگر وہ اس کی آواز پر کان نہیں دھرتا تو وہ اس امانت کا خائن ہے۔ اگر نشانات کو دیکھنے کے بعد اُس کا ایمان نہیں بڑھتا، وہ امین نہیں بن جاتا تو وہ خائن ہے۔

اور دو جگہ مومنوں کی کامیابی کا گر یہ بتلایا کہ وہ اپنے "عہد" اور "امانت" کے محافظ ہوں۔ یہ ذکر سورۃ مومنون ع اور سورۃ معارج ع کی آیات میں آیا ہے۔ اور یہ دونوں وصف کسی بھی قوم اور فرد کی ترقی کے لئے بے حد ضروری ہیں۔

اسی طرح امانت کا لفظ سورۃ احزاب میں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا:۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ
أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْإِنْسَانُ ۭ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا
جَهُولًا ۝ (احزاب ع)

ہم نے "امانت" کو آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھایا۔ یقیناً وہ اپنی جان پر بہت ظلم کرنے والا ہے اور اس طرح وہ عواقب سے بے پرواہ ہو گیا۔

یہاں امانت سے مراد وہ خوبی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی متحمل ہو جاتی ہے۔ فرشتے اس امانت کو نہ اٹھا سکتے تھے۔ ابلیس اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ انسان نے اس کے لئے اپنے کندھوں کو جھکایا یعنی خدائی احکام کو قبول کرنے کے لئے اور اس کی راہ میں سختی کو سہنے کے لئے انسان تیار ہوا۔ دیکھو اس زمانے کا انسان کس طرح نعرہ زن ہوا ؎

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

تو امانت وہ نیابتی حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کئے ہیں جس کی وجہ سے وہ خلیفۃ اللہ ہے۔ ان حقوق کا صحیح استعمال امانت کی ادائیگی ہے دیانتدارانہ رائے، صاف ضمیر، اپنے حقوق کا صحیح استعمال یعنی صحیح ووٹ خدا کی امانت ہے۔ اور عہدہ اور حکومت بھی وہ امانت ہے۔ یعنی عہدہ اور اس میں مکمل عدل یہ امانت ہے۔ پھر خدا کی آواز پر کان دھرنا اور اس بارِ گراں کو اٹھانا یہ امانت ہے۔ گویا اعلیٰ صلاحیت جو خدا نے بندوں کے اندر رکھی ہے وہ امانت ہے۔ اور اس کا صحیح استعمال اس کی صحیح ادائیگی ہے۔ اور ان کا غلط استعمال خیانت ہے۔ دنیاوی لالچ اور مادی خوف اگر اسے اس بلند مقصد سے موڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو وہ انسان امین نہیں ٭

خریدار حضرات کے لئے ضروری اعلان

۱۔ بروقت رسالہ کا سالانہ چندہ بھیجنا آپ کا جماعتی اور اخلاقی فرض ہے۔

۲۔ رسالہ کی تاریخ اشاعت آئندہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔

۳۔ اگر کسی خریدار کو مقررہ تاریخ سے دس دن تک رسالہ نہ ملے تو وہ مقامی ڈاکخانہ سے دریافت کے بعد ایک کارڈ بھیج کر مہینہ کی آخری تاریخ تک رسالہ دوبارہ طلب کر سکتا ہے۔ دوسرے مہینہ میں مطالبہ کرنے پر رسالہ بھیجنا ناممکن ہوگا۔

۴۔ رسالہ کا چندہ چھ روپے پیشگی آنا لازمی ہے۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

بچوں کا صفحہ

احمدیوں کے عقائد کیا ہیں ؟

(تفریح کی گھنٹی بجی ۔ جمیل اور جلیل جھٹ میدان میں گھاس پر ایک طرف بیٹھ گئے ۔)

جمیل ۔ بھائی جلیل ! کل آپ نے امام مسجد صاحب سے پوچھا تھا کہ احمدیوں کے عقائد کیا ہیں ؟

جلیل ۔ پوچھا تو تھا مگر وہ تو احمدیوں کا نام سنتے ہی لال پیلے ہو گئے اور ناراضگی سے کہنے لگے کہ تمہیں احمدیوں اور احمدیوں کے عقائد سے کیا واسطہ ؟ ایسی باتیں مت کیا کرو ۔

جمیل ۔ میں نے ابا جان سے پوچھا تھا کہ احمدی لوگ کیسا عقائد رکھتے ہیں ؟ انہوں نے بڑی محبت سے بتلایا کہ احمدی اللہ کی توحید کے قائل ہیں ۔ وہ ایک ہی خدا مانتے ہیں ۔ دو یا تین خدا نہیں مانتے ۔

جلیل ۔ مسلمان تو سارے ہی ایک خدا کو مانتے ہیں ۔

جمیل ۔ منہ سے تو سب کا یہی اقرار ہے مگر بعض لوگ قبروں پر سجدہ بھی کرتے ہیں اور وفات یافتہ لوگوں سے مرادیں بھی مانگتے ہیں ایسے لوگ توحید کے قائل قرار نہیں پا سکتے ۔

جلیل ۔ اچھا اس بات کو چھوڑو ۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ابا جان نے اور کیا کیا فرق احمدی اور غیر احمدی میں بتلائے ہیں ؟

جمیل ۔ انہوں نے فرمایا کہ چار باتوں کا فرق ہے (۱) احمدی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں (۲) احمدی لوگ قرآن مجید کی کسی آیت یا حکم کو منسوخ نہیں ٹھہراتے بلکہ سارے قرآن مجید کو قائم دائم جانتے ہیں (۳) احمدی لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب بھی قرآن مجید کے ماننے والوں سے پیار کی باتیں کرتا ہے یعنی اُن پر الہام اور وحی نازل کرتا ہے ۔ مگر یہ الہام شریعت اور احکام والا کلام نہیں ہوتا ۔ (۴) چوتھا فرق یہ ہے کہ احمدی لوگ حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کو اُمّتِ مُسلمہ کا مجدد اور مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں ۔ بس یہ چار فرق ہیں ۔ دوسرا کوئی بڑا فرق نہیں ہے ۔

جلیل ۔ میں نے جب امام صاحب سے پوچھا تھا تو وہ ناراض ہو گئے تھے ۔ مگر چلتے چلتے کہہ گئے تھے کہ مرزائی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے ۔

جمیل ۔ یہ تو بالکل غلط بات ہے ۔ مجھے تو ابا جان نے بار بار بتایا ہے ۔ کہ ہم احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں ۔

(بات یہاں تک پہنچی تھی کہ گھنٹی بج گئی ۔ دونوں بچے اپنی اپنی کلاس میں چلے گئے ۔)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کیلئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

"الفردوس"

۸۵۔ انارکلی لاہور

نور کاجل

آنکھوں کی خوبصورتی کیلئے دنیا بھر میں بے نظیر

جس کے استعمال سے آنکھیں اور چہرہ خوبصورت اور پُرکشش معلوم ہوتا ہے۔ خارش، پانی بہنا، ناخنہ وغیرہ امراضِ چشم کا بہترین علاج ہے۔ عورتیں اور بچے سب استعمال کر سکتے ہیں۔

قیمت فی شیشی سوا روپیہ

نور ابٹنہ

حُسن کا نکھار اور دلہن کا سنگھار

چہرہ کے کیل، چھائیوں، بدنما داغوں، مہاسوں اور جبین بال دُور کرنے کے لئے بہترین ابٹنہ۔

قیمت فی پیکٹ ڈیڑھ روپیہ

نور آملہ

سر اور بالوں کیلئے مقوّی سفوف

اِس سفوف کے ساتھ سر دھونے سے بال گرنے بند ہو جاتے ہیں۔ بال لمبے اور نرم ہوتے ہیں۔ سِکری بالکل دُور ہو جاتی ہے۔ دماغ تروتازہ رہتا ہے۔

قیمت فی پیکٹ ڈیڑھ روپیہ

تیار کردہ

خورشید یونانی دواخانہ گولبازار ربوہ

آل عمران ع ۹

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ، مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیتے ہوئے فرمایا کہ یقیناً[1] میں نے تم کو شریعت اور حکمت عطا کی ہے۔

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ

پس جب بعد ازاں تمہارے پاس کوئی رسول آئے ان تعلیمات اور پیشگوئیوں کا مصدق ہو جو تمہارے پاس ہیں

بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ

تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اسکی نصرت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اسکی خلاف ورزی پر میری سزا لینے

اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

کے ذمہ دار بنتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں گا۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَغَيْرَ دِيْنِ

پس جو اس کے بعد پیٹھ پھیر لیں گے وہ فاسق قرار پائیں گے۔ کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت

اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

کے علاوہ دوسروں کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام وجود طوعاً یا کرہاً اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کر رہے ہیں

تفسیر: [1] نبیوں سے جو عہد لیا جاتا ہے ان کی امتیں اس کی پابند ہوتی ہیں۔ ہر امت سے اللہ تعالیٰ یہ اقرار لیتا رہا کہ سابقہ پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے ہر نبی پر ایمان لائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے نبی کا انکار کرنے سے انسان قابل مواخذہ بن جاتے ہیں۔ ہاں اگر کسی نبی کی زندگی میں دوسرا نبی مبعوث ہو تو وہ بھی اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ یہ آیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرتی ہے ورنہ ان پر اعتراض آئیگا کہ انہوں نے زندہ ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت نہ کی۔

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ

اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ۔ کہدے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتاری گئی ہے اور جو

اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

(اس سے پہلے) ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور ان کی

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ

اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا (ہم سب پر ایمان لاتے ہیں)

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ وَمَنْ

ان نبیوں میں ہم ہرگز تفرقہ نہیں کرتے [لہ] اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار ہیں ۔ جو شخص

يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى

اب اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا ۔ اور ایسا شخص

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا

آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کس طرح اور کیوں کامیابی کی راہ دکھائے جنہوں نے

بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

ایمان لانے اور اس بات کی گواہی دینے کے بعد کہ یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس بیّنات آچکے ہیں کفر اختیار

الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ

کر لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا ۔ ان کا

[لہ] اسلام سب نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور سب کتابوں کے ماننے کی تلقین کرتا ہے ۔ نبیوں کے درمیان تفرقہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایک نبی کو مانے اور دوسرے کا انکار کر دے ۔ فرمایا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں ۔ جب یہ سب نبی اس کی طرف سے آئے ہیں تو ہم بہرحال ان کی صداقت کا اقرار کریں گے ۔

جَزَآؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ۝

بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

جس میں وہ دیر تک رہیں گے۔ نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی۔

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا ۟ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ہاں جو کفر یعنی ارتداد کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان کے لئے اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور

رَّحِيْمٌ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا

رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا اور پھر کفر میں بڑھتے ہی

كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝

گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوسکے گی۔ اور وہ ہلاک شدہ اور گمراہ ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ

ہاں جنہوں نے کفر کیا اور اسی حالت میں [1] مر گئے کہ وہ کافر تھے ان میں سے کسی کی طرف سے

مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ

اگرچہ وہ زمین کی بھرپوری کے برابر سونا پیش کرے ہرگز کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا۔

ع ۹ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ۱۱ ۱۷

ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوں گے۔

---

[1] اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرتد توبہ کرلے تو اُسے بخشا جائے گا البتہ اگر وہ حالتِ ارتداد میں ہی مر جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سزا ملے گی۔ توبہ کے ساتھ یہ لازمی امر ہے کہ پچھلے گناہ کو ترک کرنے کا عزم ہو اور آئندہ پوری صلاحیت اختیار کی جائے۔ ارتداد کے بعد کفر میں ترقی کرنے والوں کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی اسلئے اس کے قبول کرنے کا سوال پیدا

تحریکِ دعا

الفرقان کے خاص مُعاونین

احباب سے درخواست ہے کہ رسالہ الفرقان کے مندرجہ ذیل خاص معاونین کے لئے دعا فرمائیں۔ انہوں نے دس سالہ خریداری منظور کرکے رسالہ کے استحکام میں امداد دی ہے جزاهم الله۔ اب صرف ۱۹۶۷ء تک دس سال کا چندہ خریداری یکمشت پیشگی ادا کرکے ہی نئے دوست اپنا نام اس فہرست میں شامل کروا سکتے ہیں۔ گزشتہ جن دوستوں کے ذمہ بقایاجات ہیں وہ جلد تر ادائیگی فرما دیں۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

ربوہ دارالہجرت

- سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج۔
- حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب ایم اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج۔
- جناب رفیق احمد صاحب ثاقب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج
- جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم اے حال غانا۔
- حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
- حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی
- جناب ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد پی۔ایچ۔ڈی تعلیم الاسلام کالج۔
- جناب چوہدری محمد یحییٰ حسن صاحب باجوہ
- جناب چوہدری [illegible] صاحب [illegible] دارالرحمت

قادیان دارالامان

- حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان۔
- جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
- جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی
- جناب چوہدری سعید احمد صاحب بی اے
- جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ۔
- جناب چوہدری عبدالقدیر صاحب واقفِ زندگی۔
- جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بھٹی ماسٹر
- جناب سید شہامت علی صاحب احمدی
- جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری
- جناب مسعود احمد صاحب انیس شاہجہانپوری ادیب فاضل۔
- جناب ملک بشیر احمد صاحب آئی سیشلسٹ
- جناب ڈاکٹر عطر دین صاحب۔

- جناب محمد اقبال صاحب پسر جناب میاں مولا بخش صاحب
- جناب مولوی بدرالدین صاحب عامل

ضلع جھنگ

- جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ
- جناب ملک محمد حیات صاحب نسوآنہ موضع لولر
- جناب چوہدری عبدالحلیم خان صاحب چک $\frac{۲۹۳}{ج-ب}$
- جناب چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ۔

ضلع سرگودھا

- جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ
- جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرگودہا
- جناب چوہدری جلال الدین صاحب چک ۸۸ شمالی جنوبی۔
- جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ لمیٹڈ سرگودھا۔

- جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب آڑھتی سرگودھا
- جناب ڈاکٹر فیاض حسین صاحب رضوی ہیلتھ آفیسر فائدآباد
- جناب ابوالظفر ملک شمشیر خان صاحب جویہ
- جناب میجر شمیم احمد صاحب جوہرآباد۔

ضلع لاہور

- جناب چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹر لاہور۔
- جناب چوہدری محمد شفیع صاحب کیش ایجنٹ پتوکی۔
- جناب قریشی عبدالرشید صاحب وحدت کالونی لاہور
- جناب خواجہ محمد شریف صاحب ریٹائرڈ سب جج
- جناب امیرالدین صاحب وزیر باغ لاہور
- جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور
- جناب سید بہاول شاہ صاحب لاہور
- جناب مرزا رشید احمد صاحب ایس ڈی او لاہور
- جناب چوہدری عزیز احمد صاحب سکوڈین لاہور
- جناب چوہدری فتح محمد صاحب دی لاہور ہیلتھ ٹرانسپورٹ

- جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ۔
- جناب چوہدری نور احمد صاحب تبسم گوالمنڈی
- جناب قریشی قمر احمد صاحب ریلوے ماڈل ٹاؤن لاہور
- جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
- جناب چوہدری عبدالحکیم خان صاحب میکلوڈ روڈ لاہور
- جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ
- جناب چوہدری عبدالحمید صاحب ماڈل ٹاؤن
- جناب ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب ایم۔ بی بی ایس
- جناب ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
- جناب حافظ عبدالکریم صاحب نقشنل
- جناب محمد عثمان صاحب کشتی مینشن
- جناب ایس۔ بی۔ شیخ صاحب کوتر میٹلنگ فوٹو کرٹکوتر کمپنی لمیٹڈ
- جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ
- جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ
- جناب مسٹر اے۔ کے۔ بھٹی صاحب مال روڈ
- جناب محمد ابراہیم صاحب باغبانپورہ دیوانی
- جناب چوہدری فضل الرحمن صاحب 〃
- جناب شیخ فضل احمد بشیر احمد صاحبان سمن آباد۔
- جناب رشید احمد صاحب ملک لاہور
- جناب صاحبزادہ مرزا امیر احمد صاحب
- جناب خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب ماڈل ٹاؤن۔

- جناب چوہدری غلام محمد صاحب صنعت کالونی
- جناب مرزا عبدالرحمن صاحب ناصر انجنیئرنگ کالج۔
- جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد
- جناب مسٹر ذوالحسن بن صاحب بلدیہ پارک
- جناب شیخ شریف احمد صاحب ٹھیکیدار
- جناب سید حضرت اللہ صاحب پاشا ایم۔ اے
- جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب ڈی۔ بی۔ ایچ لاہور چھاؤنی۔
- جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب کمانڈر لاہور چھاؤنی۔
- جناب عبدالرشید صاحب افریقی سوئیٹ بلڈنگ
- جناب چوہدری انور لطف الرحمن خان صاحب ایڈووکیٹ سمن آباد۔
- جناب خواجہ میر بخش صاحب آف آسٹریلیا میکلوڈ روڈ۔

راولپنڈی

- جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب صدر
- جناب شیخ غلام جیلانی صاحب کالج روڈ
- جناب صوفی محمد رفیع صاحب صدر
- جناب چوہدری میجر عزیز احمد صاحب
- محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں عطا محمد صاحب مرحوم۔
- جناب کیپٹن محمد اسحٰق صاحب ملک مری روڈ۔
- جناب رشید احمد صاحب طوسی

- جناب محمد یونس صاحب فاروق سیٹلائٹ ٹاؤن۔
- جناب محی الدین صاحب بابا پورٹ اڈہ
- جناب سید مقبول احمد صاحب ڈلہوزی روڈ
- جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ
- جناب ایم۔ اے۔ غنی صاحب بی۔ اے
- جناب کرنل محمود احمد صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن۔
- جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب خاکی بی۔ اے
- جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کشمیری بازار۔
- جناب کیپٹن اے۔ یو۔ نذیر احمد صاحب
- جناب چوہدری نور الحسن صاحب موضع مندرا۔
- جناب شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی
- جناب ملک بشیر احمد صاحب فلائٹ لفٹیننٹ۔
- جناب میجر عبدالرحمن صاحب مغل
- جناب کیپٹن کرامت اللہ صاحب
- جناب چوہدری مبارک احمد صاحب ایم۔ ایس سی۔
- جناب صوبیدار نواب دین صاحب امرپورہ
- جناب کیپٹن عبدالحی صاحب ریشم گلی۔
- جناب خواجہ عنایت اللہ صاحب
- جناب شیخ غلام رسول صاحب نیا محلہ
- جناب سید منظور علی صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن۔

ضلع ملتان

- جناب ملک عمر علی صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ملتان۔
- جناب میاں محمد عمر صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
- جناب شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ
- جناب زاہد علی خان صاحب کاشانہ سجاد ملتان شہر
- جناب پیر نصیر احمد صاحب ٹیلیویژن
- جناب عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
- جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب ایم۔ بی بی۔ ایس بوریوالہ
- جناب مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی سکندر آباد۔
- جناب بشارت احمد صاحب پاجوہ اوورسیئر پیراں غائب
- جناب محمد نعیم، محمد وسیم، محمد سلیم صاحبان دنیاپور
- جناب ڈاکٹر عبدالکریم صاحب حرم گیٹ ملتان شہر
- جناب ماسٹر نواب الدین صاحب ایم۔ اے
- جناب چوہدری شریف احمد، علی محمد صاحبان خانیوال۔
- جناب شیخ عبدالغفور صاحب پٹواری مہر احمد نگر
- جناب حکیم انور حسین، محمود احمد صاحبان خانیوال۔
- جناب شیخ محمد اسلم، محمد سلیم صاحبان کمیشن ایجنٹ دنیاپور۔

• جناب چوہدری منور احمد خان صاحب حرم گیٹ ملتان۔
• جناب چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب اومیگا ریڈیو کمپنی۔
• جناب شیخ محمد منیر صاحب احمدی نیا پور
• جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب حسین آگاہی
• جناب چوہدری عبداللطیف صاحب بیرون حرم گیٹ ملتان

ضلع شیخوپورہ

• جناب چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ۔
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد اینالوی منڈی مریدکے۔
• جناب ڈاکٹر عمر الدین صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس زونل ملیریا آفیسر
• جناب چوہدری منظور احمد صاحب آف سانگلہ ہل۔

ضلع گوجرانوالہ

• جناب عبدالرحمٰن صاحب منیجر سنگھ مشین کمپنی
• جناب میاں برکت علی غلام احمد صاحبان وزیرآباد۔
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروزوالہ
• جناب میاں محمد شریف صاحب باغبانپورہ
• جناب چوہدری عبدالحمید صاحب تھانہ بازار
• جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کوٹھی مرزا وزیرآباد
• جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انسپکٹر ریلوے وزیرآباد
• جناب چوہدری عزیز اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ وزیرآباد
• جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اینڈ برادرز وزیرآباد
• جناب میاں محمد خان، اکبر علی صاحبان وزیرآباد۔
• جناب میاں عنایت اللہ صاحب فاروق نظام آباد۔
• جناب ملک منظور احمد صاحب لاہوری گیٹ وزیرآباد۔
• جناب میاں قمر الدین مرحوم کھوکھر گوجرانوالہ
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ڈسٹرکٹ انجینئر
• جناب چوہدری پیر محمد صاحب ہیڈ کلرک

ضلع جہلم

• جناب سیٹھی عبدالحق صاحب مین بازار
• جناب سیٹھی خلیل الرحمٰن صاحب متین محلہ
• جناب خواجہ عبداللطیف صاحب مین بازار

ضلع گجرات

• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبدالعزیز صاحب منڈی بہاؤالدین
• جناب حوالدار مبارک احمد صاحب کھاریاں
• جناب عبدالمالک صاحب شاہد مربی سلسلہ

ضلع سیالکوٹ

• جناب حکیم سید میر احمد شاہ صاحب
• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب
• جناب چوہدری عبدالستار صاحب ڈگلوالی
• جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر کوٹ نیناں
• جناب میاں سلطان احمد خان صاحب منڈی کھیکے گورائیہ۔
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوہد پور

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
• جناب شیخ عبدالاحد صاحب تاجر
• مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح
• جناب خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب
• جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
• احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
• جناب خان عبدالوحید خان صاحب قلات کول کمپنی۔
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب چوہدری عطاء الحق خان صاحب مصطفی روڈ
• جناب چوہدری محمد ابراہیم صاحب ڈار
• جناب عبدالحق صاحب جنجوعہ
• سیٹھ محمد سعید صاحب اسلام آباد

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
• جناب نصیر احمد خان صاحب آف ٹامر خانپور
• جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس باندھی
• جناب محمد عبداللہ صاحب " "
• جناب علاؤالدین صاحب گوٹھ علاؤالدین
• جناب چوہدری عطاء محمد صاحب گوٹھ امام بخش۔
• جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
• جناب چوہدری برکت علی صاحب گوٹھ سردار محمد پنجابی
• جناب حاجی کریم بخش صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب
• جناب رئیس عبدالحمید صاحب باندھی
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب دریاخان مری۔
• جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم "
• جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پریذیڈنٹ نواب شاہ
• جناب چوہدری تھے خان صاحب گوٹھ تھے خان
• جناب چوہدری غلام رسول صاحب گوٹھ غلام رسول
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی میرپور خاص۔
• جناب بابو عبدالغفار صاحب رسالہ روڈ۔حیدرآباد

- جناب چوہدری محمد اکرم صاحب لطیف آباد۔
- جناب ڈاکٹر احمد دین صاحب امیر جماعت احمدیہ کنری۔
- جناب چوہدری شاہ دین صاحب گوٹھ شاہ دین۔
- جناب فضل الرحمٰن خان صاحب زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد
- جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب ڈیرہ نواب صاحب۔
- جناب ملک محمد الٰہی صاحب چارکول مرچنٹ بدین۔
- جناب ملک محمود احمد صاحب چارکول مرچنٹ۔
- جناب چوہدری کرامت اللہ صاحب بدین۔
- جناب ملک جلال الدین صاحب جنرل سیکرٹری بدین۔
- جناب مہر غلام محمد صاحب چارکول مرچنٹ۔
- جناب چوہدری فضل احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت رحیم یارخان
- جناب ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب رحیم آباد۔
- جناب حاجی قمر الدین صاحب گوٹھ قمر آباد۔

بہاولپور

- جناب عزیز محمد خان صاحب بہاولپور
- جناب چوہدری غلام احمد صاحب 〃
- جناب پیر محمد اقبال صاحب 〃
- جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب کمیشن ایجنٹ ڈیرہ نواب صاحب
- جناب چوہدری شریف احمد صاحب بہاولپور۔
- جناب بشیر الدین صاحب کمال دربار روڈ
- جناب شیخ اللہ بخش صاحب صراف
- جناب مولوی غلام نبی صاحب ایاز
- جناب سید انور احمد صاحب شریفی
- جناب مرزا ارشد بیگ صاحب

کراچی

- جناب شیخ رحمت اللہ صاحب ایڈیشنل سروسز امیر جماعت احمدیہ
- جناب غلام احمد صاحب فرخ کالونی
- جناب چوہدری بشیر احمد صاحب تنویر بی۔ اے۔
- جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب طاہر مولوی فاضل۔
- جناب حافظ عبد الغفور صاحب ناصر مولوی فاضل۔
- جناب چوہدری محمد خالد صاحب P.E.C.H.S
- جناب چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید کھوکھڑی گارڈن
- جناب محمد شریف صاحب چغتائی۔
- محترمہ انور سلطانہ صاحبہ بیگم ایم۔ اے ارشاد صاحب
- جناب عبد الرزاق صاحب ہمتہ پیر الٰہی بخش کالونی۔
- جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کراچی یونیورسٹی۔
- جناب مولوی صدر الدین احمد صاحب
- جناب میجر محمد عبد اللہ صاحب مہار
- جناب ملک رشید احمد صاحب قیصر ریسٹورنٹ بندر روڈ
- جناب چوہدری مختار علی صاحب لالوکھیت۔
- جناب چوہدری محمد اسرائیل صاحب کراچی
- جناب ملک عبد المنان صاحب ناظم آباد۔
- جناب چوہدری شاہنواز صاحب شاہنواز لمیٹڈ۔
- ڈاکٹر اے آر احمدی کراچی ۳
- جناب بشیر احمد صاحب ڈرائیور میگزین لین۔
- جناب چوہدری احمد مختار صاحب مینجر المختار لمیٹڈ۔
- جناب مولوی عبد المجید صاحب دہلوی
- جناب چوہدری احمد جان صاحب اکرم منزل
- محترمہ اہلیہ صاحبہ سید رفیق احمد صاحب ایشیا فریکن کمپنی۔
- جناب ملک مبارک احمد صاحب نیو کلاتھ مارکیٹ۔

بہاولنگر

- جناب شیخ فیروز الدین صاحب عیدگاہ روڈ
- جناب چوہدری غلام نبی صاحب گرداور سوڈا بستی۔
- جناب چوہدری غلام قادر صاحب کمیشن ایجنٹ
- جناب چوہدری علم الدین صاحب کمیشن ایجنٹ ہارون آباد۔
- جناب مستری عبد الخالق صاحب
- جناب چوہدری امام الدین صاحب سدھو چک 166/7-R
- جناب مولوی محمد شفیع صاحب دکاندار چک 166/7-R
- جناب چوہدری محمود الحسن صاحب باجوہ چک 191/7-R
- جناب چوہدری سردار محمد صاحب غلہ منڈی فورٹ عباس۔
- جناب چوہدری غلام مصطفےٰ احمد دین صاحبان چک 186/7-R
- جناب چوہدری حسین بخش صاحب چک 105/6-R
- جناب چوہدری بشیر احمد صاحب چک 103/6-R
- جناب چوہدری غلام رسول صاحب باجوہ چک 30/3-R
- جناب چوہدری نذیر صاحب چک 169/مراد

~~~~~~
~~~~~~

● جناب چوہدری بشارت احمد صاحب
چک ۱۶۹ مراد
● جناب میاں مسعود احمد خاں صاحب
چک ۱۶۹ مراد
● جناب ماسٹر محمد انور صاحب
چک ۱۶۹ مراد
● جناب محمد سعید صاحب ولد چوہدری
اللہ رکھا صاحب چک ۱۶۹ مراد
● جناب میاں تاج الدین صاحب
چک ۱۶۹ مراد
● جناب چوہدری عبد العزیز صاحب باجوہ
ہارون آباد۔

پشاور

● جناب محمد سعید احمد صاحب
نشتر آباد۔
● جناب نوابزادہ محمد امین خاں صاحب
بنوں شہر
● جناب مرزا محمد عبد اللہ صاحب
پروپرائٹر عجائبات سنگ۔
● جناب مولوی عقیل الرحمن صاحب
مولوی فاضل۔

لائلپور

● جناب مبارک علی صاحب
راجباہ روڈ۔
● جناب مولوی برکت علی صاحب لائق
لدھیانوی جڑانوالہ۔
● جناب شیخ الحاج عبد اللطیف صاحب
لائلپور۔

دیگر اضلاع

● جناب شیخ محمد صاحب
سکول رینالہ اسٹیٹ
● جناب سردار امیر محمد خاں صاحب قیصرانی
ضلع ڈیرہ غازی خان۔
● جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب
ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج
میرپور۔

مشرقی پاکستان

● جناب ایس ایم حسن صاحب
امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ
● جناب قاضی خلیل الرحمن صاحب خادم
بخشی بازار روڈ ڈھاکہ۔
● جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ
● جناب مولوی ابو الخیر
محمد محب اللہ صاحب محمود نگر
● جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
ڈھاکہ۔
● جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب
ڈی۔پی۔ایچ نارائن گنج۔
● جناب چوہدری انور احمد صاحب
کاہلوں نارائن گنج۔
● جناب شیخ عبد الحمید صاحب ڈھاکہ
● جناب محمد فضل کریم صاحب ملاں "
● جناب مسٹر عبید اللہ صاحب ڈھاکہ
● جناب مسٹر ظفر احمد صاحب
میاں اینڈ کمپنی ڈھاکہ۔
● جناب چوہدری سیف اللہ خاں صاحب
سیفی۔ ڈھاکہ۔
● جناب ملک محمد طفیل صاحب ڈھاکہ
● جناب محمد حبیب اللہ صاحب نارائن گنج۔
● جناب سید میجر ضیاء الحسن صاحب
چٹاگانگ۔
● جناب چوہدری احسان اللہ صاحب
چٹاگانگ۔
● جناب میاں محمد انور ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان
چٹاگانگ۔
● جناب محمد علاؤ الدین صاحب چٹاگانگ
● محترمہ محمودہ بیگم سعد صاحبہ "

بھارت

● جناب مولانا محمد سلیم صاحب کلکتہ
● جناب فضل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ
● جناب کمال الدین صاحب مدراس
● جناب محمد عبد اللہ صاحب بی۔ایس سی۔
ایل ایل۔بی حیدرآباد دکن۔
● جناب مولوی سراج الحق صاحب
حیدرآباد دکن۔
● جناب امیر علی صاحب صدیق
موگرل مالابار
● جناب میاں محمد عمر صاحب بخاری ورس
کلکتہ۔
● جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل کلکتہ
● جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب حیدرآباد دکن

لندن

● جناب مسٹر عبد العزیز عزیز الدین صاحب
● جناب خان بشیر احمد صاحب رفیق بی اے
● جناب چوہدری عبد الرحمن خان صاحب
مولوی فاضل۔

دیگر ممالک

● جناب صالح الشبیبی المہدی صاحب
سورابایا۔ انڈونیشیا۔
● محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم
صالح الشبیبی صاحب
● جناب چوہدری نذیر احمد صاحب
ایم۔ایس سی کماسی غانا۔
● جناب مسٹر محمد ناظم خان صاحب غوری
مشرقی افریقہ۔
● جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر
روزہل۔ ماریشس
● جناب چوہدری عبد الستار صاحب
کویت۔
● جناب ایم۔اے ہاشمی صاحب
کویت۔
● جناب اے بیجامین بخش صاحب
پاراماریبو۔ امریکہ
● جناب سید عبد الرحمن صاحب
امریکہ "

یہ قیمتی کتب ——— جلد خرید لیجئے

۱۔ **تفسیر صغیر** ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا ہے اور جہاں جہاں شرح کی ضرورت تھی مختصر شرح کی ہے ۔ قرآن کریم کا مفہوم سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے ۔

ھدیہ :۔ ایک جلد میں ۸ اروپے اور دو جلدوں میں ۲۰ روپے ۔

۲۔ **بخاری شریف جزو سوم، چہارم اور پنجم** ۔ بخاری شریف کا ترجمہ اور شرح مکرم و محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کر رہے ہیں ۔ پہلے دو جزو قادیان میں طبع ہوتے تھے اب تیسرا، چوتھا اور پانچواں ادارۃ المصنفین نے شائع کیا ہے ۔ لکھائی چھپائی عمدہ ہے ۔

مجلد قیمت فی جزو ۲½ روپے ۔

۳۔ **تاریخ احمدیت حصہ اوّل و دوم** ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے واقعات و حالات سے ہر احمدی کا واقف ہونا ضروری ہے ۔ اس غرض کے لئے "تاریخ احمدیت" لکھی گئی ۔ اس وقت دو جلدیں طبع ہوئی ہیں ۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا تھا اب دوبارہ نظر ثانی کے بعد دونوں حصے طبع کئے گئے ہیں ۔ کتاب کو قیمتی تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور ہر دو کتب مجلد ہیں ۔

قیمت جلد اوّل ۴ روپے ——— اور جزو دوم ۵½ روپے ۔

۴۔ **المبشّرات** ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پورے ہونے والے الہامات و کشوف کا مجموعہ ۔ خود بھی ازدیاد ایمان کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی بطور تحفہ دینے کے قابل ہے ۔　　قیمت مجلد ۵ روپے ۔

۵۔ **ھدایۃ المقتصد** ۔ نکاح و طلاق وغیرہ کے وہ مسائل جن کا جاننا ہر مرد و عورت کے لئے ضروری ہے شائع کئے گئے ہیں ۔ بدایۃ المجتہد جو فقہ کی بہت مشہور اور مستند کتاب ہے اس کے ایک حصہ کا قیمتی ترجمہ اردو میں مع قیمتی نوٹوں کے کیا گیا ہے ۔　　قیمت مجلد ۴ روپے ۔

یہ سب کتب مجلد دکانداروں سے مل سکیں گی ۔ ان کو خرید لیجئے ورنہ پھر لمبا انتظار کرنا پڑے گا ؛

ادارۃ المصنفین ۔ ربوہ ۔ ضلع جھنگ

"مباحثہ مصر" پر تین تبصرے

۱۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور اپنی ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے :۔

"● مباحثہ مصر۔ مرتبہ مولوی ابو العطاء جالندھری۔ ۹۶ صفحات، طباعت بہتر۔ قیمت ۶۲ پیسے۔
ملنے کا پتہ۔ مکتبۃ الفرقان ربوہ (مغربی پاکستان)

اس کتابچے میں مولوی ابو العطاء صاحب نے جو جماعت احمدیہ کے مبلغ ہیں، ان مباحثوں کی روداد قلمبند کی ہے جو انہوں نے مصر میں عیسائیوں سے کئے۔ جو لوگ عیسائیت کے اصول اور ان پر تنقید سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے اس کتابچے کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جو اصحاب مناظرے کا شوق رکھتے ہیں ان کو بہت سی معلومات ایک جگہ مل جائیں گی"۔

۲۔ محترم جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"مباحثہ مصر" کی کاپیاں مل گئی ہیں۔ عیسائیوں کا ناطقہ بند کرنے کے لئے یہ لاجواب تیز روحانی ہتھیار ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بائیبل کا اتنا وسیع مطالعہ تو شاید مسیحیوں کا بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت بڑا اجر دیگا۔ پاکستان میں آجکل عیسائیوں کی تبلیغ جس زور شور سے ہو رہی ہے اسکے پیش نظر یہ بات علیٰ وجہ البصیرت کہی جاسکتی ہے کہ مباحثہ مصر پاکستان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ذوالفقار کا حکم رکھتا ہے اور یہ وہ تیغ براں ہے جس کے سامنے عیسائیت کا باطل عقیدہ طرفۃ العین کیلئے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ بلاشبہ یہ کتابچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ دلائل قاطعہ سے مزین ہو کر ایک شہ زور پہلوان کی صورت میں میدان میں اترا ہے جسکے مقابلہ میں عیسائیت ٹھہر نہیں سکتی"۔

۳۔ محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل تحریر فرماتے ہیں :۔

"مکتبۃ الفرقان ربوہ نے مباحثہ مصر کے نام سے ایک کتابچہ سو صفحات میں شائع کیا ہے جو اسلام کی ایک شاندار خدمت ہے۔ یہ تینوں مضمون عیسائی نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم تھے۔ عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ تمام انسان گنہگار ہیں اور کوئی ایک فرد گناہ سے پاک نہیں اسلئے الوہیت نے مسیح میں مجسم اختیار کیا اور مسیح صلیب پر جان دیکر لوگوں کیلئے کفارہ ہوگیا۔ مباحثہ مصر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ از روئے بائیبل مسیح کے سوا اور کئی افراد بے گناہ پائے گئے ہیں۔ نیز انجیلی آیات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح میں ہرگز خدائی صفات موجود نہ تھیں اور وہ صرف ایک نبی اور رسول تھے۔ پھر اناجیل کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح نے صلیب پر ہرگز جان نہیں دی بلکہ وہ صلیبی موت سے بچائے گئے۔
یہ رسالہ میرے نزدیک اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے اور عیسائیوں میں اس کی اشاعت کرے تا خدا تعالیٰ انکی راہنمائی فرمائے"۔

ماہنامہ الفرقان

عیسائیوں اور بہائیوں کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ اسلام کی فضیلت پر ٹھوس مقالے شائع کرتا ہے۔ سالانہ زر مبادلہ
پاکستان و بھارت چھ روپئے دیگر ممالک ۱۲ شلنگ
ترسیل زر بنام مینجر الفرقان ربوہ

اعلان

۱۔ بھارت کے خریدار زر مبادلہ جناب شیخ مسعود احمد صاحب امیں فاضل درویش قادیان کے نام ارسال فرمائیں۔
۲۔ راولپنڈی میں الفرقان کے نمائندہ چوہدری عبد الکریم صاحب کالج روڈ ہیں۔　　(مینجر)